يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط

آپ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا، کہہ دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے

رُؤیتِ ہلال

جس میں

رُؤیتِ ہلال سے متعلق تمام مباحث کو
قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

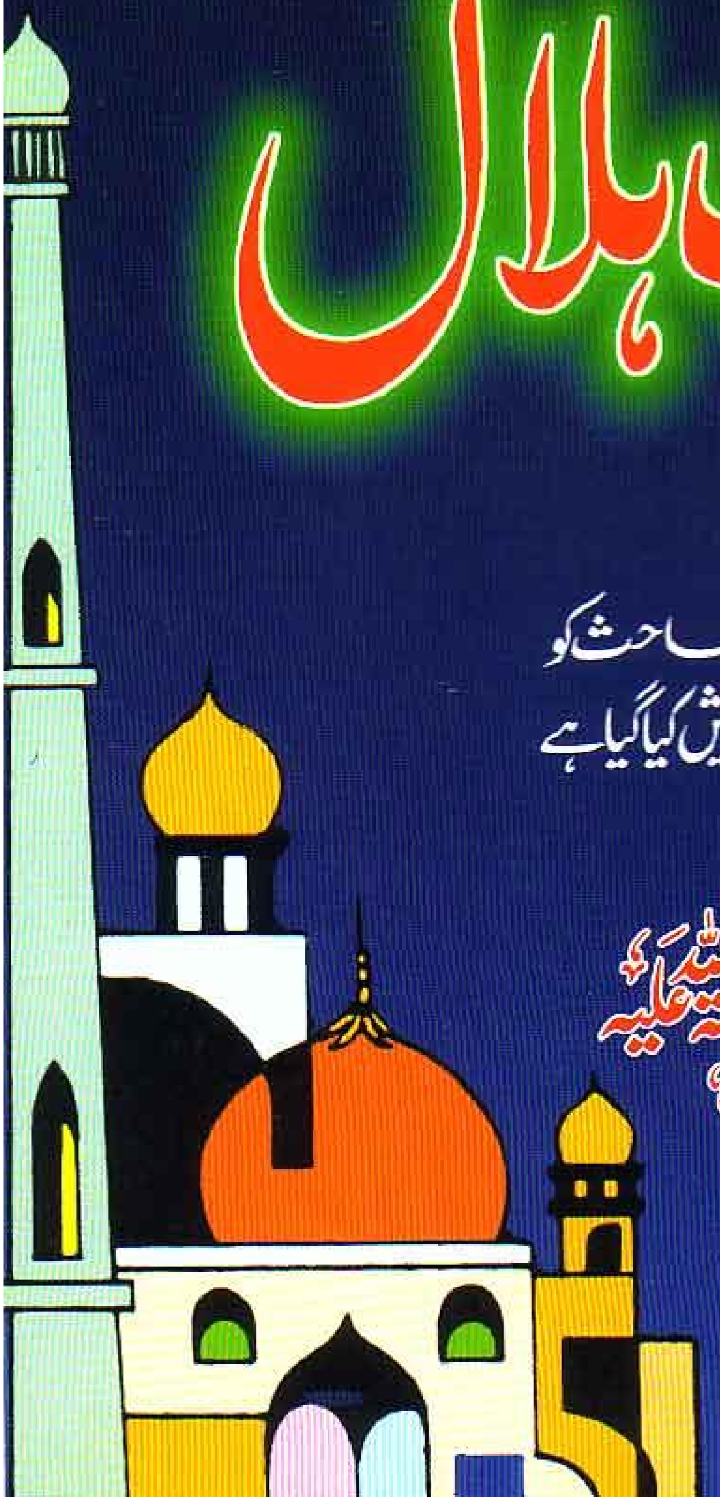

ادارۃ المعارف کراچی

فہرست مضامین "رویت ہلال"

مضامین	صفحہ
عرض ناشر	۳
سبب تالیف	۴
رویت ہلال کا مسئلہ	۶
رویت ہلال میں آلات جدیدہ کا استعمال	۷
سائنس کی ایجادات کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر	〃
عید یا بقر عید ہمارے تہوار نہیں عبادات ہیں	۱۱
مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں رویت وشہود کا ہے۔	۱۳
عام اسلامی ممالک میں رویت ہلال	۱۸
ایک شبہ کا جواب	۱۹
چاند کے مسئلہ میں رویت کی شرط میں حکمت	۲۱
اسلام میں شمسی کے بجائے قمری حساب اختیار کرنے کی حکمت	۲۴
نماز کے اوقات میں جنتریوں اور گھڑیوں کا استعمال کیوں ؟	〃
ریاضی کے حسابات اور آلات رصدیہ کے نتائج بھی یقینی نہیں	۲۶
ملک میں عید کی وحدت کا مسئلہ	۳۲
پوری دنیا میں اوقات عبادات میں یکسانیت ممکن نہیں	۳۳
عید کی وحدت و یکسانیت کی فکر کیوں؟	۳۴
چاند کی رویت میں اختلاف کا عہد صحابہ کا ایک واقعہ۔	۳۵
عہد قدیم سے مسلمانوں کا طریقۂ عمل۔	۳۶
آج کے مسلمانوں کے لئے عمل کی راہ۔	〃
ریڈیو کے ذریعہ ملک میں عید کی وحدت کی ایک صورت۔	۳۷
ضروری تنبیہ	۴۱
رویت ہلال کے لئے شرعی ضابطۂ شہادت	۴۲
خبر اور شہادت میں فرق	〃
رویت ہلال کے لئے شہادت ضروری ہے یا خبر صادق کافی ہے۔	۴۴
رویت ہلال کے لئے شرائط شہادت	۴۵
تنبیہ ضروری	۴۶
شہادت ہلال کی ایک اور صورت	۵۱
نصاب شہادت	۵۲
ایک استثنائی صورت استفاضۂ خبر۔	۵۳
اختلاف مطالع	۵۵
ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ۔	۶۱

www.e-iqra.com

عرضِ ناشر

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رُؤیتِ ہلال" میں اسلامی قمری حساب کو سمجھنے کے لئے "چاند" کے بارے میں قرآن وسنت اور تعامل امت سے نادر مباحث پر بحث اور پھر جدید سائنسی آلات کی ایجادات سے پیدا ہونے والے شبہات کے ازالہ کی مدلل وضاحت کی گئی ہے۔

یہ کتاب حضرت مفتی صاحبؒ نے ۱۳۸۰ھ میں اس وقت تحریر فرمائی تھی جب ایک عید کے موقعہ پر چاند نظر آنے میں اشتباہ کے باعث مسلمانوں میں خلفشار و انتشار پیدا ہوگیا تھا، یہ کتاب تحریر فرما کر آپؒ نے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اِس مسئلہ میں انتشار وخلفشار سے بچاؤ کا راستہ بتادیا ہے۔

یہ رسالہ ادارۃ المعارف سے لیتھو پر شائع ہوکر ختم ہوگیا، اب ادارہ اِسے دوبارہ آفسٹ پر کتابت کرا کے شائع کر رہا ہے اور اس میں نظرِ ثانی کے ساتھ بعض مقامات پر ذیلی عنوانات کا مزید اضافہ بھی کر دیا ہے اِس طرح ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ کتاب ہدیۂ قارئین ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے رہنمائی کی توفیق بخشے، اور اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین۔

طالبِ دُعا

محمد مُشتاق سنّی عفا اللہ عنہٗ

خادم ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴

www.e-iqra.com

سببِ تالیف

انسانی عزم و عمل کی رسوائی قدم قدم پر مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ مگر غافل انسان پھر بھی ہمہ دانی اور ہمہ گیری کے دعووں سے باز نہیں آتا۔ اب سے پورے بیس سال پہلے اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ ۱۳۶۰ھ میں دیوبند میں ہلال عید کے موقعہ پر ایک خلفشار سا عوام میں پیدا ہوا۔ میں اُس وقت بحیثیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ وقتی معاملہ تو وقت پر سلجھا دیا گیا مگر استاذ محترم حضرت العلّامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دارالعلوم نے احقر سے فرمایا کہ مسائلِ ہلال میں عام ناواقفیت کے سبب نیز آلاتِ جدیدہ کے عموم کے سبب اکثر لوگوں کو مغالطے پیش آتے ہیں۔ ان مسائل کو واضح انداز میں فقہ کی مستند کتابوں سے لکھ دیا جائے۔ ارادہ کرلیا، مگر ہجومِ مشاغل نے فرصت نہ دی۔ پھر حکیم الامّت سیّدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں حاضری ہوئی تو اس کی ضرورت کو اور سب سے زیادہ محسوس فرما کر ایما فرمایا کہ اس کام کو کرلیا جائے۔ اور اس کام کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس رسالہ کا نام بھی "**اِحکام الادلّۃ فی اَحکام الاھِلّۃ**" تجویز فرما دیا۔

www.e-iqra.com

بزرگوں کی تعمیلِ حکم سے چارہ ہی کیا تھا، عزم کرکے لکھنا شروع کیا۔ تقریباً دس بارہ صفحات لکھے بھی گئے جو مسودہ کی صورت میں اب تک موجود ہیں۔ لیکن پھر وقتی اور ہنگامی مشاغل نے اس کو ایسا طاقِ نسیان میں ڈال دیا کہ بیس برس گذر گئے اور اپنے یہ دونوں بزرگ اس جہان سے رخصت بھی ہو گئے۔

اس سال کراچی میں عید کے موقعہ پر عام مسلمانوں میں پھر ایک خلفشار اور انتشار نے بزرگوں کی پرانی وصیت یاد دلائی۔ پچھلا مسودہ چھوڑ کر ازسرِ نو اس موضوع پر جو کچھ میسّر ہوا لکھ دیا۔ اپنی دانست میں ضروری مسائل سب لے لئے اور معتمد و معتبر کتبِ مذہب سے پوری تحقیق کرکے لئے۔ افسوس ہے کہ اس وقت وہ دونوں ہستیاں موجود نہیں جن کے ملاحظہ سے خطا و صواب کا اطمینان اور صلہ میں دعائیں ملتیں۔ بہر حال علمائے وقت کے ملاحظہ سے گذرے گا تو انشاء اللہ غلطیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ واللہ الموفق والمعین۔

بندۂ ناکارہ
محمد شفیع عفا اللہ عنہ

کراچی۔ ۱۶ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۰ھ

www.e-iqra.com

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

رؤیتِ ہلال کا مسئلہ

کئی سال سے یہ مسئلہ پاکستان اور خصوصاً کراچی کے اخبارات میں زیر بحث آکر عجیب قسم کے اختلاف و اختلال کا سبب بنتا رہا۔ اخباری بحثوں میں یہ دیکھکر کہ کوئی کسی کے نقطہ نظر کو ٹھنڈے دل و دماغ سے سننے سوچنے کے لئے تیار نہیں خاموشی بہتر نظر آئی۔ لیکن مسئلہ فی نفسہ اہم اور اسلامی احکام سے عام ناواقفیت کے سبب تشریح طلب تھا خصوصاً مواصلات کے جدید آلات ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ نے اس میں کچھ نئے سوالات بھی پیدا کردیئے تھے۔ اس لئے اپنے بزرگوں کے ارشاد کے مطابق یہ فکر عرصۂ دراز سے تھی کہ کچھ فرصت نکال کر اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ لکھا جائے۔

اتفاقاً اس سال ۱۳۸۰ھ کی عید الفطر کے موقع پر کراچی میں ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی جس سے عام مسلمانوں میں سخت اضطراب و بے چینی پائی گئی۔ اس وقت ضرورت کا احساس پھر تازہ ہوا اور باوجود ہجوم کار و افکار کے اس کے لئے کچھ وقت نکال کر سطورِ ذیل تحریر کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ عام مسلمانوں کے لئے مسئلہ کی حقیقت سے آگاہی اور باہمی اختلافات و اشتباہات کے ازالہ کا سبب ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

www.e-iqra.com

رُویتِ ہلال میں آلاتِ جدیدہ کا اِستعمال

اس مسئلہ میں اختلاف کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ کچھ حضرات کا یہ خیال ہے کہ ہلال کا افق پر موجود ہونا آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو ترقی یافتہ سائنس نے بہت ہی واضح کر دکھایا ہے۔ تو ان سے کیوں کام نہ لیا جائے تاکہ رویت کے ہونے نہ ہونے کی شہادات کی ضرورت نہ رہے۔ نیز باہر سے آنے والی خبروں میں ریڈیو، ٹیلیفون، وائرلیس وغیرہ کی خبروں پر کیوں نہ اعتماد کیا جائے۔ جبکہ دنیا کے سب کاروبار ان خبروں پر چلتے ہیں۔

سائنس کی ایجادات کے بارے میں شریعت کا نقطۂ نظر:

اس لئے پہلے تو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سائنس جدید ہو یا قدیم اور اس کے ذریعہ بنائے ہوئے آلات نئے ہوں یا پرانے سب کے سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کو شکر گزاری کے ساتھ استعمال کرنا ہے۔ ان سے وحشت یا بیزاری نہ کوئی دین کا کام نہ عقل کا تقاضا۔

البتہ دین و عقل دونوں کا تقاضا یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اِن نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں اور بے جگہ استعمال نہ کریں، جس استعمال میں کوئی دینی اصول مجروح نہ ہوتا ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ | "یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب کا

www.e-iqra.com

جَمِیْعًا۔ (   ) سب اللہ تعالیٰ نے تمہارے

لئے پیدا کیا ہے۔"

سائنس جدید ہو یا قدیم اُس کا اتنا ہی کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اشیاء کو صحیح طور سے استعمال کرے۔ سائنس کسی چیز کو پیدا نہیں کرتی بلکہ قدرت کی پیدا کی ہوئی چیزوں کا استعمال سکھاتی ہے۔

اللہ جلّ شانہٗ کی عادت یہ بھی ہے کہ جیسی جیسی کسی چیز کی ضرورت دنیا میں پیدا ہوتی جاتی ہے اُسی کے مناسب اُس زمانہ کے لوگوں کو بمقدارِ ضرورت نئی نئی ترکیبیں استعمالِ اشیاء کی سکھا دیتے ہیں۔ پچھلے زمانہ میں جب مواصلات کی ایسی ضرورتیں نہ تھیں، ہر ملک، ہر خطہ اپنی اپنی ضروریات کے لئے خود کفیل تھا، خاندان کے افراد دوسرے ملکوں میں پھیلے ہوئے نہ تھے تو تیز رفتار سواریوں اور ریڈیو لاسلکی، ٹیلیفون، ٹیلیگرام کے ذریعہ باہمی رابطے پیدا کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

لیکن جب ایک ملک کی ضروریات دوسرے ملک سے وابستہ ہوئیں اور ایک خاندان کے افراد مختلف ملکوں میں پھیلے تو باہمی روابط کی ضرورت پیش آئی۔ مواصلات کے مسائل سامنے آئے قدرت نے اس وقت کے لوگوں کے دل و دماغ اس کام کے پیچھے لگا دیئے، اور ان کو اسی پٹرول کے ذریعہ موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ چلانے کے طریقے سجھا دیئے۔ جس کی پیشین گوئی قرآن کریم نے پہلے سے کر رکھی تھی کہ بہت سی مروّجہ انسانی سواریوں گھوڑا، اونٹ، خچر وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی آئندہ زمانہ

www.e-iqra.com

میں اللہ تعالیٰ ایسی سواریاں پیدا فرمائیں گے جن کو تم نہیں جانتے ۔ اس وقت اگر موٹر اور ریل کے نام اس جگہ لکھ دیئے جاتے تو اس وقت کی مخلوق ان کو نہ سمجھتی پریشانی میں پڑ جاتی اس لئے نام لینے کے بجائے اتنا تبلا دیا کہ اور بھی طرح طرح کی سواریاں پیدا ہوں گی ۔ اب چاند تک پہنچانے والی سواریاں نئی ایجاد ہو جائیں تو وہ بھی اس میں داخل ہیں ۔ معلوم ہوا کہ سائنس جدید کی پیداوار بھی اللہ کی نعمتیں ہیں ۔ شکر کے ساتھ ان کو استعمال کرنا چاہئے ۔

البتہ دینِ الٰہی ان سب کے ساتھ یہ پابندی لگاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اُس کی نافرمانی اور ناجائز کاموں میں استعمال نہ کرو جس سے اصولِ دین مجروح ہوں ۔ یہی وجہ ہے کہ بندوق ، توپ، ٹینک ، اور طرح طرح کے بم ایجاد ہوئے کبھی کسی عالِم یا غیر عالِم کے دل میں یہ وسوسہ بھی نہیں آیا کہ موجودہ جنگوں میں ان کا استعمال کرنا کوئی گناہ ہے ۔ ہوائی جہاز چلے تو بغیر کسی رکاوٹ کے مسلمانوں نے ان کو نہ صرف اپنے دنیوی کاموں میں بلکہ دینی امور میں بھی استعمال کیا ۔ اسی طرح لاسلکی پیغام ، ٹیلیفون ، ٹیلیگرام ، ریڈیو آلہ مکبّر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) ایجاد ہوئے تو بغیر کسی مزاحمت کے دینی اور دنیوی کاموں میں مسلمانوں نے علماء کی ہدایات اور فتوے کے مطابق استعمال کیا ۔ البتہ ان چیزوں میں علماء نے اس کا لحاظ ہر قدم پر رکھا کہ ان چیزوں کا استعمال اسی حد تک رہے جہاں تک قرآن و سُنّت کے بتلاتے ہوئے اُصول مجروح نہ ہوں ۔ مکبّر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) پر اذان ، خطبہ ، تقریر ، وعظ کو کسی عالم نے نہیں روکا ۔ صرف نماز کے معاملے میں ایک اصول پر زد پڑنے کا امکان تھا اُس کے

ماتحت سائنس دانوں کے مختلف اقوال کی بنا پر علماء کی رائیں مختلف ہوئیں کیونکہ سائنس دانوں میں سے بعض نے اس کی آواز کو متکلم کی اصلی آواز بتلایا بعض نے نقلی آواز قرار دیا اور یہ اختلاف اسی طرح آج بھی جاری ہے۔ اس میں جدید چیزوں سے ناواقفیت یا نفرت و محبت کا کوئی دخل نہیں۔ اصول کی موافقت یا مخالفت کا معاملہ ہے۔ خبر رسانی کے جدید آلات کی خبروں کو خبر کی حد تک بلا اختلاف سب علماء نے قبول کیا مگر جہاں ضرورت شہادت اور شاہد کے سامنے آکر بیان دینے کی تھی اس میں نہ دنیا کی کسی عدالت نے ان کو کافی سمجھا نہ علماء نے اس پر شہادت لینے کی اجازت دی۔

اس لئے صحیح حالات کا جائزہ لئے بغیر علماء کی طرف یہ منسوب کر دینا بالکل خلاف انصاف اور خلاف واقعہ ہے کہ وہ جدید چیزوں کو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ جب حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہیں تو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بہت ممکن ہے کہ کسی نئی ایجاد کی پوری حقیقت سامنے آنے سے پہلے اس کے متعلق کچھ شبہات ہوں اور اس کے واضح ہو جانے کے بعد رفع ہو جائیں۔ اور یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اصولِ دین سے متصادم نہیں ہے ایسی صورت میں ابتدائی دور میں توقف کرنا اور پھر اجازت دینا کوئی قصور و الزام کی چیز نہیں کہ اس سے ان کو بے وقوف بنایا جائے بلکہ علماء کی حقیقت شناسی اور اتباع حق اور حق پرستی کا کھلا ثبوت ہے۔

مسئلہ ہلال میں بھی اگر نئی ایجادات سے اس حد تک کوئی مدد لی جائے جہاں تک اسلامی اصول مجروح نہ ہوں اس کا کس کو انکار ہے اس لئے

www.e-iqra.com

اس معاملہ میں کوئی گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اسلامی اصول کو بالکل خالی الذہن ہوکر دیکھا اور سمجھا جائے پھر یہ دیکھا جائے کہ رویت کے مسئلہ میں آلاتِ جدیدہ کا استعمال ان اصولوں کو مجروح کرتا ہے یا نہیں۔

عید یا بقرعید ہمارے تہوار نہیں عبادات ہیں

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ ہمارا روزہ ہو یا عید یا کوئی دوسری تقریب۔ یہ عام دنیا کے تہواروں کی طرح تہوار نہیں۔ بلکہ سب کی سب عبادات ہیں۔ اور عبادات کا حاصل اطاعت و فرمانبرداری ہے کہ جو حکم ملا اُس کی تعمیل کی جائے، اس میں کسی کی عقل و رائے پر مدار نہیں۔ عبادات میں جس قدر قیود و شرائط ہوتے ہیں وہ سب اس تعمیل حکم کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز پانچ کیوں ہوں، کم و بیش میں کیا حرج ہے۔ نماز کے اوقات وہی کیوں ہوں جن میں از روئے شرع اُن کو رکھا گیا ہے۔ دوسرے اوقات میں کوئی نماز کے ارکان، تلاوت تسبیح رکوع سجود پورے خشوع و خضوع سے ادا کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہو۔ نماز فجر کی دو اور ظہر کی چار، مغرب کی تین رکعتین کیوں ہوں، پانچ اور چھ رکعات کوئی پڑھ لے تو کیا گناہ ہے۔

ان سب سوالوں کا جواب اس کے سوا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے، اس کی تعمیل ہی کا نام عبادت ہے۔ اپنی رائے سے اس میں کمی بیشی یا اوقات کا تغیر کوئی معقول بات نہیں۔ ٹھیک اسی طرح روزہ ہے۔

www.e-iqra.com

صبح صادق سے غروب تک کیوں ہو۔ عشاء تک کوئی رکھے تو کیا گناہ ہے۔
۲۹۔ یا ۳۰ دن کے بجائے کوئی اکتیس ۳۱ رکھے تو کیا حرج ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں روزے رکھ لیا کریں تو کیوں صحیح نہیں، انتیس ۲۹ کو چاند ہو یا نہ ہو ہم تیس روزے پورے کرلیں تو کیوں گناہ ہے یا چاند کا انتظار کئے بغیر انتیس ۲۹ ہی کو ختم کرلیں تو کیا حرج ہے۔ ان سوالوں کا جواب بھی اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی ہی سے کوئی عبادت، عبادت کہلانے کی مستحق ہے، اس میں انسانی رایوں کا دخل ہوا تو پھر وہ عبادت نہیں۔

اسی طرح اس پر غور کیجیے کہ انتیس تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ سامنے آئے اور آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ بھی محض انسانی رایوں یا ووٹوں سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا طریقۂ فیصلہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیمات میں تلاش کرنا ہے کیونکہ چاند سورج کے کرات یا ان کا طلوع و غروب درحقیقت ہماری عبادت کا محور نہیں بلکہ عبادات کا مدار صرف حکمِ الٰہی کے اتباع پر ہے۔ ورنہ اگر محض عقلی طور پر دیکھا جائے تو صبح صادق ہونے کے ۵ منٹ بعد سحری کھانے کا اسی طرح غروب آفتاب سے ۵ منٹ پہلے افطار کر دینے کا روزہ کے مجاہدے اور محنت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا جس کی بنیاد پر اس کی دن بھر کی محنت کو کالعدم قرار دیا جا سکے۔ ہاں غروب سے ۵ منٹ پہلے افطار کرنے والا اس جرمِ عظیم کا مرتکب ہوا کہ اس نے حکم کی خلاف ورزی کی اسی جرم کی پاداش میں اس

www.e-iqra.com

کے روزے کو کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں رویت و شہود کا ہے

اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں رائے زنی کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن معاملات کا مدار چاند ہونے پر رکھا ہے اُس میں چاند کا وجود فوق الافق کافی ہے یا اُس کا قابلِ رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے۔

شرعی حیثیت سے اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے ایک بات کو تو ہر لکھا پڑھا انسان جانتا ہے کہ چاند کسی وقت اور کسی دن معدوم تو ہوتا نہیں اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے اس کے لئے نہ انتیس تاریخ شرط ہے، اور نہ تیس۔ وہ اٹھائیس تاریخ کو اور اس سے پہلے بھی فضاء کے کسی بلند افق سے ایسی دوربینوں کے ذریعہ دیکھا جا سکتا ہے جو آفتاب کی شعاع کو انسانی نگاہ کے درمیان حائل نہ ہونے دیں۔ مسئلہ اگر صرف وجود کا ہوتا تو ۲۹، ۳۰ کی بحث ہی ختم تھی، اس سے بدیہی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ ان تمام معاملات میں جس چیز کا اعتبار شرعاً کیا گیا ہے وہ چاند کا افق کے اوپر موجود ہونا نہیں بلکہ اس کا قابلِ رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا اور اس پر صرف رمضان یا عید ہی کا مدار نہیں، شریعتِ اسلام کے ہزاروں معاملات اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق، عدت وغیرہ کے مسائل پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور قدیم اسلامی دور کی طرح اگر ملک میں اسلامی

www.e-iqra.com

تاریخیں رائج ہوں جیسا کہ سعودی عرب میں اب بھی رائج ہیں تو یہ مسئلہ ایک تاریخ بدلنے کا مسئلہ بن جاتا ہے جس سے ملک بھر کے سارے معاملات اور مقدمات اور دفاتر سب ہی متأثر ہوتے ہیں۔ اس کو سرسری تقریب یا تہوار سمجھ کر کسی دن بھی منا لینا کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔

اور جب یہ بات واضح ہو گئی کہ انتیس تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے اور اس کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ بھی کسی تہوار یا قومی تقریب کا وقت متعین کرنے کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عبادت کے ختم اور دوسری کے شروع ہونے کا مسئلہ ہے۔ مثلاً رمضان کی انتیس کو چاند ہو جانے کے معنیٰ یہ ہیں کہ روزے اور رمضان کی عبادت ختم ہو گئی اور اس وقت سے عبادت عید کے احکام، نیز حج کے مہینے شروع ہو گئے جس کا بہت سے احکام پر اثر پڑتا ہے۔

اس لئے دیکھنا یہ چاہئے کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند ہونا کس کو قرار دیا اور نہ ہونا کس کو کہا آیا چاند کا صرف افق پر موجود ہونا شرعی احکام میں کافی تسلیم کیا جائے گا۔ یا عام انسانی آنکھوں سے دیکھنے پر اُس کے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یعنی رمضان یا عید کرنے کے لئے چاند کا صرف وجود کافی ہے یا شہود اور رویت ضروری ہے ـــــ اس کے فیصلے کے لئے دیکھئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا ہیں؟ حدیث کی سب سے بڑی مستند کتاب جو اعتماد میں قرآن کے بعد دوسرا درجہ رکھتی ہے یعنی صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ | "روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب

وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ۔

تک چاند نہ دیکھ لو اور عید کے لئے افطار اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی حساب سے تیس دن پورے کر لو)"

اسی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَیْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِیْنَ (صحیح بخاری جلد اول ص ۲۵٦)

"مہینہ (یقینی) انتیس راتوں کا ہے اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو (شعبان) کی تعداد تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو"

٭ ٭ ٭ ٭

یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری سب مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدِّث نے کلام نہیں کیا۔ اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے۔ لفظ رویت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں۔ اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے۔ اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے۔ معلوم ہوا

www.e-iqra.com

کہ مدارِ احکام چاند کا اُفق پر وجود نہیں بلکہ رویت ہے۔ اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابلِ رویت نہ ہو تو احکامِ شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے۔ یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ یا آلاتِ رصدیہ اور دُوربینوں کے ذریعہ اُس کا وجود دیکھو، بلکہ فرمایا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ۔ یعنی اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس (۳۰) دن پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو۔ اس میں لفظ غُمَّ خاص طور سے قابلِ نظر ہے۔ اس لفظ کے لُغوی معنیٰ عربی محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس و شرح قاموس یہ ہیں:-

غُمَّ الْھِلَالُ عَلَی النَّاسِ غَمًّا اِذَا حَالَ دُوْنَ الْھِلَالِ غَیْمٌ رَقِیْقٌ اَوْ غَیْرُہٗ فَلَمْ یُرَ۔	"لفظ غُمَّ الْھِلَالُ عَلَی النَّاسِ اُس وقت بولا جاتا ہے جبکہ ھلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھا نہ جا سکے"
(تاج العروس شرحِ قاموس)	

جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کر کے

www.e-iqra.com

یہ حکم دیا ہے کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے، جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے۔ محاورات میں اس کو مستور نہیں بولتے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی سبب پیش آئے۔ بہرحال جب نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جا سکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ و عید وغیرہ میں اُس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ کچھ صحابۂ کرامؓ عمرہ کے لئے نکلے راستہ میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا سائز بڑا اور روشن دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی۔ بعض نے کہا کہ یہ دو رات کا چاند ہے۔ بعض نے کہا تین رات کا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ تم نے اس کو اول کس رات میں دیکھا، بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رویت ہوئی تھی ابن عباسؓ نے فرمایا:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَدَّ الرُّؤْیَۃَ فَھُوَ لِلَیْلَۃٍ رَاَیْتُمُوْہُ۔ (صحیح مسلم ص۳۴۷ جلد ۱)	"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رویت کی طرف منسوب فرمایا ہے اس لئے یہ اس رات کا چاند سمجھا جائے گا جس میں اس کی رویت ہوئی ہے۔"

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں بلکہ

www.e-iqra.com

اُس کے عام نگاہوں کے لئے قابل رویت ہونے کا ہے ۔ اور دوربین کے ذریعہ شمسی شعاعوں سے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کر کے بادلوں سے اوپر جاکر چاند کو دیکھ لینا عام رویت کہلانے کا مستحق نہیں اور کسی چیز کا قابلِ رؤیت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمۂ موسمیات و فلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے ۔ یہ عام واقعاتی معاملہ ہے اگر کوئی شخص ایک معین وقت اور معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدعی ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت وہاں موجود تھے ہم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا تو اس کا فیصلہ نہ محکمۂ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمۂ فلکیات و ریاضیات سے اس کا کوئی تعلق ہے ، اس کا فیصلہ اسلامی عدالتوں میں قاضی شرعی اور عام حکومتوں میں کوئی جج ہی کر سکتا ہے ۔ جو شاہدوں کے حالات اور بیانات کو پرکھ کر معتبر یا غیر معتبر شہادت کو پہچانے گا ۔

ہاں اگر مسئلہ چاند کے وجود کا ہوتا تو بیشک وہ قاضی شرعی یا جج کے دیکھنے کی کوئی چیز نہیں ۔ وہ ماہرین فلکیات ہی بتا سکتے ہیں ۔ کوئی قاضی یا جج بھی اس مسئلہ کا فیصلہ کرتا تو ماہرین فلکیات کے بیان پر ہی کرتا ۔

عام اسلامی ممالک میں رویتِ ہلال

حال میں بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ تمام اسلامی ممالک میں محکمۂ موسمیات کے فیصلہ پر روزے اور عید وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں ۔ لیکن قدرت نے اسی روز بذریعہ عام اخبارات کے یہ خبر پہونچا دی کہ مصر قاہرہ جیسی جدت پسند حکومت میں بھی محکمۂ موسمیات کی پیشین گوئی کے

باوجود جب عام طور پر چاند نہ دیکھا گیا تو محکمہ موسمیات کے خلاف علماء کے فتووں پر عید کو مؤخر کیا گیا۔ ہاں شام میں رویت ہوگئی وہاں عید اسی روز ہوئی۔ (اخبار جنگ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۱ء)

سعودی عربیہ اور متعدد ممالک اسلامیہ کا تو ہمیں پہلے سے علم ہے کہ وہاں رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کا اعلان قاضی شرعی کرتا ہے اور اگر بالفرض ممالک اسلامیہ میں کوئی خلاف شرع کام ہونے لگے تو یہ کونسا شرعی یا عقلی اصول ہے کہ اس کو سندِ جواز بنالیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے تو اسلامی شعائر کا خدا ہی حافظ ہے۔

ایک شبہ کا جواب

اس جگہ یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے معاملہ میں جو اصولِ رویت کو قرار دیا وجود کا اعتبار نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بغیر آنکھوں سے دیکھنے کے چاند کے وجود کا پتہ چلانے کے طریقے رائج نہ تھے، ایسے آلات موجود نہ تھے جن سے چاند کا افق پر موجود ہونا دریافت کیا جاسکے۔

لیکن دنیا کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ ریاضی کے یہ فنون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے بہت پہلے دنیا میں رائج تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مصر و شام اور ہندوستان میں رصد گاہیں قائم تھیں ان چیزوں کے معاملہ میں نہایت صحیح پیمانے پر پیشین گوئیاں کی جاسکتی تھیں۔ اور خلافت راشدہ

www.e-iqra.com

کے دوسرے دَور یعنی حضرت فاروقِ اعظم کے زمانہ میں تو مصر و شام اسلام کے زیرِ نگین آچکے تھے۔ ہر فن کے ماہرین موجود تھے۔ اگر بالفرض عہدِ رسالت میں ایسے آلات کی کمیابی اس حکم کا سبب ہوتی تو فاروق جیسا دانش مند امام کب اس کو گوارا کرتا کہ مجبوری اور نایابی کے سبب جو حکم دیا گیا تھا اس کو آج بھی باقی رکھے۔ مگر تاریخ اسلام شاہد ہے کہ پورے خلافتِ راشدہ اور اس کے مابعد تمام عالمِ اسلامی میں یہی اصول مانا گیا اور اسی پر امت کا عمل پیہم رہا۔

اگر ذرا انصاف سے غور کیا جائے تو رویت کے اصول کو اختیار کرنے میں بسبب "عصمت بی بی از بے چارگی" نہیں، بلکہ قوم و ملت کی فلاح و بہبود پر گہری نظر ہے۔ کیونکہ اسلام وطنی اور لسانی یا جغرافیائی قومیتوں کا تو قائل نہیں اس کے نزدیک مشرق و مغرب کے مسلمان ایک قوم ہیں، اُس کا حکم صرف دنیا کے معدودے چند شہر والوں کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم کے بسنے والے انسانوں کے لئے عام ہے جس میں شہروں سے کہیں زیادہ قصبات اور دیہات اور ایسے پہاڑی مقامات اور جزیرے ہیں جہاں سائنس کی اس ترقی کے دور میں بھی ان علوم و فنون کی اور آلاتِ رصدیہ کی رسائی نہیں۔ اگر رحمۃ اللعالمین کی نظر صرف لکھے پڑھے معدودے چند شہریوں پر مرکوز ہو کر مسلمانوں پر یہ لازم کر دیتی کہ جب چاند نظر نہ آئے تو تم پر لازم ہے کہ دوسرے ذرائع یعنی حساباتِ ریاضی یا آلاتِ رصدیہ کے ذریعہ چاند کا وجود معلوم کرو یا کسی طرح فضا میں اڑ کر بادلوں سے اوپر پہنچو اور چاند دیکھو۔ تو

www.e-iqra.com

انصاف کیجئے کہ اس حکم سے امت کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو جاتی پچھلے چودہ سو برس کو چھوڑیئے۔ آج بیسویں صدی کی روشنی ہی میں دیکھ لیجئے کہ یہ حکم تمام عالم اسلام کے لئے کس قدر مشکلات میں مبتلا کر دینے والا ہوتا اور اگر واجب کے بجائے مستحسن اور افضل ہی قرار دیا جاتا تو افضلیت صرف سرمایہ دار شہری ہی حاصل کرتا جس کے پاس دوربین، آلاتِ رصدیہ اور ہوائی جہاز ہیں، غریب مسلمان نماز روزہ میں افضلیت حاصل کرنے سے مجبور ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ غریب و امیر کا یہ تفرقہ اسلامی روح کے بالکل منافی ہے۔

چاند کے مسئلہ میں رویت کی شرط میں حکمت و مصلحت

احکام شرعیہ کو چاند سورج کی حقیقی گردشوں اور باریکیوں کے تابع نہ بنانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان چاند سورج کی پرستش نہیں کرتے، چاند سورج کے کسی حال کا ان کی عبادات میں براہِ راست کوئی دخل نہیں، یہ چیزیں صرف اس کی علامات ہیں کہ عبادات کا وقت ہو گیا۔ استقبال قبلہ کے بارہ میں حق تعالیٰ نے اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ابتداء اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کے بجائے بیت المقدس کو بنا دیا جو تمام صحابہؓ کرامؓ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے خلاف تھا اور پھر سولہ سترہ مہینے اس پر عمل کرانے کے بعد دوبارہ بیت اللہ ہی کو قبلہ قرار دے دیا اور خود قرآن کریم نے اس کی یہ حکمت بتلائی :-

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ (بقرہ : ۱۴۳)	"ہم نے اُس قبلہ کو جس پر آپ اب تک تھے (یعنی بیت المقدس کو) صرف اس لئے قبلہ بنایا تھا کہ ہم یہ امتحان کرلیں کہ کون ہمارے رسول کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے"

معلوم ہوا کہ تحویلِ قبلہ میں یہ حکمت مستور تھی کہ دنیا سمجھ لے کہ مسلمان کسی گھر اور دیوار کے پوجاری نہیں، قبلہ کی طرف رُخ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کو اس کا حکم ملا ہے اور اسی لئے جب حکم بدل جاتا ہے تو عبادت میں ان کا رُخ بھی بدل جاتا ہے۔ اور شاید یہی حکمت ہے اس میں کہ قرآنِ کریم نے مکّہ سے باہر کی دنیا کو خاص کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ حکم دیا کہ :

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ : ۱۴۴)	"یعنی پھیر دیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی سمت میں"

اس میں اول تو بجائے کعبہ یا بیت اللہ کے لفظ مسجد حرام کا لایا گیا جو بیت اللہ سے بہت زیادہ وسیع رقبہ ہے پھر اُس کی طرف رُخ پھیرنے کے لئے لفظ اِلیٰ کے بجائے لفظ شطر استعمال کیا گیا جس کے معنی سمت اور جانب کے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ خاص بیت اللہ کی طرف رخ ہونا ضروری

www.e-iqra.com

نہیں بلکہ اس کی سمت اور جانب کی طرف رُخ کرلینا کافی ہے ان سب چیزوں میں ایک مصلحت تو یہی عقیدہ کی اصلاح ہے کہ لوگ بیت اللہ کے در و دیوار کو عبادت کی چیز نہ سمجھ بیٹھیں۔ دوسرے وہی شریعت کی سہولت پسندی بھی پیش نظر ہے کہ نماز جیسی ضروری چیز میں دیہات اور جنگل کے بسنے والوں کو مشکلات پیش نہ آئیں۔

ورنہ ریاضی کے حسابات اور آلات اصطرلاب وغیرہ کے ذریعہ ٹھیک بیت اللہ کا رُخ بھی متعین کیا جاسکتا تھا۔ مگر حکیم الحکماء رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند نظری کا تقاضا یہ ہوا کہ ان چیزوں کے درپے نہ ہوں۔ کیونکہ اول تو ان چیزوں کی حقائق اور ان کی باریکیوں پر احکام کا مدار رکھنے سے کسی کو یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ اسلامی عبادات میں یہ چیزیں خود مقصود ہیں۔ دوسرے ان حقائق کی تلاش آلات و حسابات پر موقوف ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو جس میں کثرت دیہات اور جنگل، پہاڑ، جزیروں کے بسنے والوں کی ہے ان سب کو اس کا مکلّف بنانے میں پوری امّت کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دینا ہے۔

یہی حال رویتِ ہلال کا ہے کہ اوّل تو چاند کے اصلی وجود اور پیدائش کی باریکیوں کا اعتبار کرنا بجائے مفید ہونے کے مُضر ہونے کا احتمال رکھتا ہے کہ کوئی شخص خود انہی چیزوں کو مقصود سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو جائے۔ دوسرے شریعت اسلام کی سہولت پسندی جو اس کا خاص امتیازی نشان ہے یہ اُس کے خلاف ہے۔

www.e-iqra.com

اِسلام میں شمسی کے بجائے قمری حساب اختیار کرنے کی حکمت

اور شاید یہی وجہ ہے کہ احکامِ اسلامیہ رمضان، عید، حج وغیرہ میں قمری مہینوں اور تاریخوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ شمسی مہینوں اور تاریخوں کو نظر انداز کیا گیا۔ کیونکہ شمسی مہینے اور تاریخیں بغیر امداد آلات رصدیہ معلوم نہیں ہو سکتے کہ جنوری کب ختم ہوا اور فروری کب شروع ہوا۔ اور یہ کہ جنوری کے ۳۱ دن ہوں گے اور فروری کے کبھی اٹھائیس، کبھی اس سے زائد۔ یہ سب چیزیں آج بہت عام ہو جانے کے سبب شہروں سے گذر کر دیہات تک پھیل گئی ہیں اس لئے اس کی دشواری کا احساس نہ رہا۔ جنگل اور پہاڑوں اور جزائر کے رہنے والوں سے پوچھو تو انھیں آج بھی یہ حساب رکھنا مشکل نظر آئے گا۔

شریعت اسلام کی سہولت اور یکسانیت پسندی کا مقتضا یہی تھا کہ حساب وہ رکھا جائے جو ہر جگہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے۔ وہ ظاہر ہے کہ چاندہی کا حساب ہے۔ جو ہر مہینے گھٹتا بڑھتا۔ اور بالآخر ایک دو روز غائب رہ کر پھر طلوع ہوتا نظر آتا ہے۔

نماز کے اوقات میں جنتریوں اور گھڑیوں کا استعمال کیوں

کہا جاتا ہے کہ جس طرح نماز کے اوقات میں اصل مدار آفتاب کے طلوع و غروب یا سایہ کی پیمائش پر تھا، مگر فنی ترقیات اور گھڑیوں کی ایجاد کے بعد سب بلا اختلاف جنتریوں اور گھڑیوں کے حساب سے نماز ادا کرنے لگے، بلکہ خود روزہ کے سحر و افطار

میں بھی کوئی نہ صبح صادق کو دیکھتا ہے نہ غروب کو۔ بلکہ جنتریوں اور گھڑیوں کے اعتماد پر سحر و افطار کے کام انجام دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس سائنس کی ترقی کے زمانہ میں اگر آنکھوں سے رویت کو نظر انداز کر کے ریاضی حسابات کے ذریعہ چاند ہونے کا فیصلہ کر لیا جایا کرے تو کیا حرج ہے۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا کیونکہ طلوع و غروب وغیرہ میں جنتریوں اور گھڑیوں پر اعتماد کرنے سے کوئی اصول نہیں بدلتا صرف ایک سہولت حاصل ہو جاتی ہے اور چاند کے معاملہ میں ایسا کرنے سے شرعی اصول بدل جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طلوع و غروب اور صبح صادق کا نور آنکھوں سے دیکھنے کی چیزیں ہیں۔ ہر شخص ہر وقت ہر جگہ دیکھ سکتا ہے۔ اس میں گھڑیوں جنتریوں پر اعتماد اس لئے روا رکھا گیا ہے کہ جس وقت ذرا بھی شبہ گھڑی یا جنتری میں ہو ہر شخص ہر جگہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرنے پر قادر ہے اور جن جنگلات، دیہات میں گھڑیاں اور جنتریاں نہیں ہیں وہاں اب بھی ہر شخص اسی اصول طلوع و غروب کو دیکھ کر نماز وغیرہ ادا کرتا ہے۔ اس لئے جس اصول پر اوقات مقرر تھے یعنی عام آنکھوں سے طلوع و غروب یا سایہ وغیرہ کو دیکھ لینا وہ اصول اب بھی قائم اور کارفرما ہے۔

بخلاف چاند کے معاملہ کے کہ اس میں اگر عام رؤیت کو چھوڑ کر دوربینوں یا آلاتِ رصدیہ کے اعتماد پر یہ کام کیا گیا تو مدار کار چاند کے وجود پر ہو گیا رویت پر نہ رہا اور اس وجود کے معلوم کرنے کے لئے نہ عام مسلمانوں کے

www.e-iqra.com

پاس اس کی تصدیق یا تکذیب کا کوئی ذریعہ ہے اور نہ ہر جگہ ہر شخص اس دریافت پر قادر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ گھڑیوں اور اوقات کی جنتریوں نے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے استعمال میں سہولت پیدا کی اس لئے قبول کر لیا گیا اور آلات رصدیہ اور حساباتِ ریاضیہ سے حصولِ رویت میں کوئی سہولت پیدا ہونے کے بجائے سرے سے اصولِ رویت کو ترک کرنا اور چاند کے وجود فوق الافق کو اصول بنانا لازم آتا ہے جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔

ریاضی کے حساب اور آلات رصدیہ کے نتائج بھی یقینی نہیں

یہاں تک تو کلام اس پر تھا کہ ریاضی کے حسابات کے نتائج اور آلات رصدیہ سے حاصل شدہ معلومات کو اگر بالکل یقینی سمجھا جائے جب بھی احکام شرعیہ میں ان کی مداخلت بجائے مفید ہونے کے مضر اور مسلمانوں کے لئے سخت مشکلات پیدا کرنے والی ہے۔ اس کے بعد خود ان فنی معلومات کی حقیقت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ حساب بحیثیت حساب کے قطعی ہو کہ دو اور دو چار ہی ہو سکتے ہیں تین یا پانچ نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان دو کا دو ہونا یہ ہماری نظر اور اندازے۔ تخمینہ ہی کا حکم ہو سکتا ہے کتنے ہی باریک سے باریک پیمانوں سے تولا اور پرکھا جائے یہ احتمال ختم کرنا ہماری قدرت میں نہیں کہ ہم نے جس کو دو سمجھا ہے وہ دو سے کسی قدر کم یا زیادہ ہو۔ خواہ یہ کمی

www.e-iqra.com

زیادتی ایک بال کے ہزارویں حصہ کے برابر ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کے فرش پر کسی زاویہ میں ایک بال کے ہزارویں حصہ کی کمی یا زیادتی اگرچہ بالکل غیر محسوس زیادتی ہے مگر اوپر کی فضاء اور سیاروں تک جب اس زاویہ کے خطوط ملائے جائیں گے تو میلوں کا فرق ہو جائے گا

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کیمرہ کی طرح ترقی یافتہ آلات جھوٹ نہیں بولتے مگر ان آلات کو واقعات پر منطبق کرنا تو بہرحال انسانی نظر اور انسانی عمل ہے اس میں غیر محسوس فرق ہو جانا کسی وقت بھی مستبعد نہیں۔ بلکہ واقع ہے جس کا مشاہدہ ہمیشہ اہلِ فن کے باہمی اختلافات سے ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں جتنی جدید و قدیم تقویمیں اور جنتریاں اور کیلنڈر وجود میں آئے ہیں، ان میں سے صرف اُن کو لیا جائے جو مسلّم ماہرین فن نے تیار کئے ہیں تو ان میں بھی باہمی اختلاف نظر آتا ہے۔

اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا کوئی احتمال نہ رہتا۔

سائنس کی نئی ترقیات اور فن ریاضی و فلکیات کی جدید ترقیات کا آج کی دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفے اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے خلاف مشاہدہ کرا دیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے اس کی تغلیط آئندہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ آئندہ کو چھوڑ کر اسی موجودہ دور میں اسی درجہ کے

www.e-iqra.com

دوسرے ماہرین اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔

اس عید کے ہنگامہ میں جو کراچی اور پاکستان میں پیش آیا ہماری اس بات کی تصدیق اسی فن کے ماہرین کی طرف سے ہوگئی۔

کراچی میں محکمہ موسمیات ایک ہفتہ پہلے سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ ۲۹ رمضان جمعہ کے روز غروب آفتاب کے بعد چاند تقریباً اکیس منٹ افق پر رہے گا اور دیکھا جا سکے گا۔ جو کراچی کے تمام اخبارات میں شائع ہوا۔

دوسری طرف پنجاب یونیورسٹی کی رصدگاہ کے ذمہ دار افسر بھٹی صاحب کا مندرجہ ذیل اعلان ۲۹ تاریخ کی شام کو کراچی کے اخبار ایوننگ اسٹار میں شائع ہوا جس کا متن یہ ہے:-

"گذشتہ شام کو مسٹر بھٹی نے پریس کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ یہ پیشین گوئی (یعنی محکمہ موسمیات کی پیش گوئی) غلط ہے اور مزید کہا کہ جمعہ کے دن ہلال عید نظر آنے کے غالباً بہت کم امکانات ہیں' مسٹر بھٹی نے اپنے دعوے کی تائید میں دو دلیلیں پیش کیں' اول یہ کہ ہلال کا سائز اور اس کی روشنی اس قدر کم ہوگی کہ معمولی نگاہیں دیکھ نہ سکیں گی۔

یونیورسٹی پنجاب کے ماہر نجوم نے دوسری بات یہ بتلائی کہ غروب آفتاب کے نصف گھنٹہ کے اندر ہی ہلال غروب ہو جائے گا اور آسمان پر اس قدر تاریکی نہیں چھا سکتی جس میں منحنی اور باریک چاند نظر آسکے۔

www.e-iqra.com

مسٹر بھٹی نے یہ بھی کہا کہ محکمہ موسمیات کی رویتِ ہلال کی پیش گوئی سے بڑی گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ ہے اور عید الفطر کے انتظامات کرنے والوں کے لئے بڑی دشواری کا باعث ہوگا۔"

(ایوننگ اسٹار جمعہ ۲۹ رمضان ۱۳۸۰ھ، ۱۷ مارچ ۱۹۶۱ء)

پھر ۲۱ر مارچ کو پی پی آئی کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ رصد گاہ کے حکام نے کہا کہ :-

"عید کے چاند کے مسئلہ پر جو خلفشار پیدا ہوا ہے اس سلسلہ میں محکمہ موسمیات اور دوسرے افراد کے بیانات سے متعلق لوگ مسلسل یہ پوچھ رہے ہیں کہ ان بیانات میں کہاں تک صداقت ہے۔ ان حکام نے کہا کہ پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ نے اس سلسلہ میں پہلے ہی ایک واضح موقف اختیار کیا تھا کہ جمعہ کی شام کو عام حالات میں دوربین کی مدد کے بغیر چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ان حکام نے کہا کہ چاند دکھائی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی مدّت ایک دن یا اس سے زیادہ ہو۔ جبکہ محکمۂ موسمیات نے جو مدّت بتائی ہے وہ اعشاریہ ۷ یا آٹھ دن تھی۔ مزید براں کراچی چاند نظر آنے کا جو وقفہ بتایا گیا ہے وہ ۱۸ منٹ ہے۔ اس وقفہ میں چاند کا ارتفاع ۳۶۵ ڈگری تھا۔ ان حکام نے کہا کہ اس ارتفاع پر تو معمولی حالات میں پورا چاند بھی نظر نہیں آسکتا جبکہ ہلال کی روشنی چاند

www.e-iqra.com

کی روشنی کا ہزارواں حصہ تھی"

(جنگ کراچی ۲۱ مارچ ۱۹۶۱ء)

محکمۂ موسمیات کراچی اور رصدگاہ پنجاب کے ان دو مختلف بیانوں میں یہ ظاہر ہے کہ ایک صحیح اور دوسرا غلط ہے۔ میں نے اگرچہ اس فن کو قدیم اصول کے تحت پڑھا اور پڑھایا ہے مگر اس فن میں میرا اشتغال نہیں رہا اور میں اس کا ماہر نہیں۔ اس لئے اس کا فیصلہ تو ماہرین ہی کے سپرد ہے کہ ان میں کونسا صحیح اور کونسا غلط ہے لیکن اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہوگئی کہ ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی اور یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم و فلکیات ابوریحان البیرونی جو شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ایک مدتِ دراز تک ہندوستان میں بھی رہا ہے اور ان فنون کا بے نظیر امام مانا جاتا ہے۔ اسی نئی روشنی اور نئی تحقیقات کے دور میں بھی اس کی امامت سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ روسی ماہرین نے اس کی تحقیقات سے راکٹ وغیرہ کے مسائل میں بڑا کام لیا ہے۔

ان کی مشہور کتاب "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ایک جرمن ڈاکٹر سی ایڈورڈ سخاؤ کے حاشیہ کے ساتھ لیزک میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ

www.e-iqra.com

کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

إِنَّ عُلَمَاءَ الْهَيْئَةِ
مُجْمِعُوْنَ عَلٰى أَنَّ
الْمَقَادِيْرَ الْمَفْرُوْضَةَ
فِيْ أَوَاخِرِ أَعْمَالِ
رُؤْيَةِ الْهِلَالِ هِيَ
أَبْعَادٌ لَمْ يُوْقَفْ عَلَيْهَا
إِلَّا بِالتَّجْرِبَةِ وَ
لِلْمَنَاظِرِ أَحْوَالٌ
هَنْدَسِيَّةٌ يَتَفَاوَتُ
لِأَجْلِهَا الْمَحْسُوْسُ
بِالْبَصَرِ فِي الْعِظَمِ
وَالصِّغَرِ فِيْ مَا إِذْ
تَأَمَّلَهَا مُتَأَمِّلٌ
مُنْصِفٌ لَمْ يَسْتَطِعْ
بَتَّ الْحُكْمِ عَلٰى وُجُوْبِ
رُؤْيَةِ الْهِلَالِ أَوِ
امْتِنَاعِهَا۔

"علمار ریاضی وہیئت اس
پر متفق ہیں کہ رویتِ ہلال
کے عمل میں آنے کے لئے جو
مقداریں فرض کی جاتی ہیں
وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف
تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا
ہے۔ اور مناظر کے احوال
مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ
سے آنکھوں سے نظر
آنے والی چیز کے سائز میں
چھوٹے بڑے ہونے کا فرق
ہوسکتا ہے۔ اور فضائی
و فلکی حالات ایسے ہیں کہ
ان میں جو بھی ذرا غور کرے
گا تو رویت ہلال
کے ہونے یا نہ ہونے کا
کوئی قطعی فیصلہ ہرگز

www.e-iqra.com

(آثار باقیہ صـ۱۹۸، طبع ۱۹۲۳ء، لیبزگ) | نہ کر سکے گا"

اور کشف الظنون میں بحوالۂ زیج شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ یہی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے۔

(کشف الظنون صـ۹۶۹ ج ۲)

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ رصدگاہوں اور آلاتِ رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رؤیتِ ہلال کے مسئلہ میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلاسکتی بلکہ وہ بھی تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے تو اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تائید ہوگئی جو رسولِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امّت کو الجھائے بغیر بالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے یا نہ ہونے پر احکامِ شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کرسکے۔

ملک میں عید کی وحدت کا مسئلہ

رویت ہلال کے مسئلہ پر بہت سے لوگوں کی توجہ صرف اس لئے ہے کہ انھوں نے اپنے نزدیک یہ طے کر رکھا ہے کہ پورے ملک میں عید کا ایک ہی دن ہونا ضروری ہے اسی کی وحدت کے لئے وہ چاہتے ہیں کہ قواعدِ ریاضی

www.e-iqra.com

اور محکمۂ موسمیات سے مدد لیکر چاند رات پہلے سے متعین کر لی جائے اور پورا ملک اس کے تابع ایک ہی دن عید منایا کرے ۔

لیکن یہ بات جیسی دیکھنے میں اور سُننے میں خوشگوار معلوم ہوتی ہے ۔ اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی ۔

پوری دنیا میں اوقات عبادات میں یکسانیت ممکن نہیں

وحدت عید کا مسئلہ اصل میں اس بنیاد سے پیدا ہوتا ہے کہ عید کو ایک تہوار یا ملکی تقریب یا قومی ڈے قرار دیا جائے ۔ مگر میں اسی تحریر کے شروع میں واضح کر چکا ہوں کہ ہماری عیدیں اور رمضان و محرم کوئی تہوار نہیں بلکہ سب کی سب عبادات ہیں جن کے اوقات ہر ملک ہر خطّہ میں وہاں کے افق کے اعتبار سے مختلف ہونا لازمی ہے ۔ ہم کراچی میں جس وقت عصر کی نماز پڑھتے ہوتے ہیں بعض موسموں میں اس وقت مشرقی پاکستان میں عشاء کا وقت ہوتا ہے اور مغرب تو ہمیشہ ہی ہوتی ہے ۔ اسی طرح جس وقت مشرقی پاکستان میں عید ہوتی ہے کراچی میں اُس وقت رات ہو سکتی ہے ۔ اگر ایک ہی تاریخ کسی طرح متعین بھی کر لیں جب بھی یکسانیت پیدا ہونا ممکن نہیں خصوصاً جب اس پر نظر کی جائے کہ اسلامی قلمرو جیسا پہلے زمانہ میں مشرق سے مغرب تک رہ چکی ہے اگر آج بھی اللہ تعالٰے وہ وسعت پھر عطا فرما دیں تو لازمی طور پر ایک دن کا فرق پڑ جائے گا ۔ غرض ہمارا رمضان اور عید کوئی تہوار یا تقریب نہیں جس کی یکسانیت کی فکر کی جائے ۔ اور اگر بالفرض

www.e-iqra.com

ان کو کوئی تقریب بھی کہا جائے تو وہ صرف ملکی تقریب نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک عالمی تقریب ہے۔ جس میں وطنی، جغرافیائی اور لسانی فاصلے حائل نہیں۔ اگر عید کا ایک ہی دن منانا کوئی امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن عید منانی چاہیئے۔

مگر ہر لکھا پڑھا آدمی جانتا ہے کہ مشرق و مغرب کے فاصلوں میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ پہلے زمانہ میں تو بعید ملکوں کا حال دوسروں سے مخفی رہتا تھا اس لئے پتہ نہیں چلتا تھا۔ اب تو تیز رفتار ہوائی جہازوں نے ساری دنیا کو ایک طشت کی طرح ہتھیلی پر رکھ چھوڑا ہے جس کو دیکھ کر ایک ہی وقت میں انسان یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس وقت ایک ملک میں جمعہ ہو رہا ہے دوسرے میں ابھی جمعرات ہے اور تیسرے میں ہفتہ کا دن شروع ہو چکا ہے۔ ان حالات میں کسی موقت عبادت میں پوری دنیا کی یکسانیت کا تصور بھی کیسے کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی ایک حکومت وسیع ہو تو اس کے دو مختلف حصوں میں بھی وحدت اور یکسانیت ناممکن ہے۔

عید کی وحدت و یکسانیت کی فکر کیوں؟

اس معاملہ میں عقل و انصاف کی بات یہ ہے کہ عید کی وحدت و یکسانیت کی فکر کرنے سے پہلے اس پر غور کیا جائے کہ یہ وحدت کیوں مقصود ہے۔ اگر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس میں فضیلت اور ثواب ہے تو یہ کسی کی رائے کی چیز نہیں جب تک اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر نہ دیں۔ مگر قرآن و سنت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ تعامل عہد نبوی اور

خلافت راشدہ اور مابعد کے تمام مسلمانوں کا ہمیشہ اس سے مختلف رہا ہے۔ کبھی اس کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا کہ مکہ اور مدینہ میں ایک دن عید ہو۔ اور ایسے واقعات تو بہت ہیں کہ ملک شام میں کسی دن رمضان اور عید ہوئے اور مدینہ طیبہ میں کسی اور دن، حالانکہ مدینہ طیبہ سے ملک شام کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں۔

چاند کی رویت میں اختلاف کا عہد صحابہؓ کا ایک واقعہ

مدینہ اور ملک شام میں اختلاف کا واقعہ ایک تو صحیح مسلم میں بروایت کریب بسند صحیح مذکور ہے کہ ملک شام میں جمعہ کی شام کو چاند دیکھا گیا، اور مدینہ میں اس روز چاند نظر نہیں آیا۔ امیرِ شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام اہل شام نے ہفتہ کے روز روزہ رکھا اور امیر مدینہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اتوار سے رمضان شروع کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اگرچہ رمضان ختم ہونے سے پہلے حضرت کریب کی شہادت سے اس کا علم ہو گیا تھا کہ ملک شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا ہے مگر صرف ایک گواہ کی شہادت موجود تھی، لیکن اگر عید و رمضان کی وحدت و یکسانیت کوئی شرعی پسندیدہ چیز ہوتی تو یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ ملک شام سے دوسری شہادت طلب کر کے یہ وحدت قائم کر لی جاتی۔ مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریب کے اصرار کے باوجود اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

(صحیح مسلم ص۱۱۲ ج ۱)

www.e-iqra.com

عہد قدیم سے مسلمانوں کا طریقۂ عمل

اسلام کی سلطنت و حکومت دنیا کے کسی خطہ پر آج نہیں ہوئی، ایک ہزار سال تو اسلام نے تقریباً پوری دنیا پر حکومت کی ہے مگر یہ عید کی وحدت و یکسانیت کا سوال کبھی کسی حکومت یا ملت کے ذہن پر سوار نہیں تھا۔ اپنی اپنی رویت کے مطابق ہر جگہ عید منائی جاتی تھی نہ کوئی اختلاف نہ جھگڑا نہ دوسری جگہ کی شہادتیں حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ۔ کتنا سیدھا سچا صاف طریقہ ہے، جس کو محض ایک خیالی اور موہوم وحدت کے خیال سے چھوڑ کر طرح طرح کے فتنوں، جھگڑوں، اور دشواریوں کو دعوت دی جا رہی ہے۔ اگر کہا جائے کہ ایک ملک میں ایک ہی دن عید منانے میں گو ثواب زیادہ نہ ہو مگر ملک کے باشندوں کی سہولت پیش نظر ہے کہ عید کی تعطیل سب جگہ ایک دن ہو۔ ایک شہر کا باشندہ جو کسی دوسرے شہر میں بسلسلۂ ملازمت رہتا ہے وہ اگر اپنے اہل و عیال میں جا کر عید منائے تو اس کو کوئی دشواری پیش نہ آئے تو یہ صحیح ہے مگر اس کا ایک بہت آسان علاج ہے۔ وہ یہ کہ عید الاضحیٰ کے چاند کا مسئلہ تو عید سے دس دن پہلے سامنے آ چکا ہوتا ہے اور سب مقامات کے چاند کی اطلاعات اور اگر ضرورت ہو تو شہادت بھی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لئے دس دن کی مدت ہوتی ہے اس درمیان میں اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

آج کے مسلمانوں کے لئے عمل کی راہ

اسی طرح محرم کے عاشورہ کا معاملہ ہے کہ وہ چاند دیکھنے سے دس دن

www.e-iqra.com

کے بعد ہوتا ہے۔ اور رمضان کی عموماً سرکاری حلقوں اور کاروباری فرموں میں تعطیل نہیں ہوتی کہ اس کا سوال پیدا ہو۔ صرف ایک موقعہ عید الفطر کا ہے جس میں یہ سارا جھگڑا سامنے آتا ہے اُس کا سیدھا صاف علاج یہ ہے کہ تعطیل دو دن کردی جائے ایک وہ دن جو تیس رمضان یا یکم شوال ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور ایک اُس کے بعد کا دن۔

اور ایک اسلامی مملکت کے شایان شان بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی خوشی و مسرّت کی عید، عید الفطر ہوتی ہے اس کی تعطیل دو دن ہو جائے۔ اگر تعطیل زیادہ کرنے میں ضروری کاموں کے حرج کا شبہ کیا جائے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملک کی تعطیلات پر غور کرکے کوئی ایک دن جو زیادہ اہم نہ ہو اس کی تعطیل ختم کردی جائے۔

اور اگر کسی خاص ضرورت کے باعث عید میں وحدت و یکسانیت کرنا ہی ٹھہرا تو اُس کے لئے بھی پاکستان کے موجودہ رقبہ (میں اس کی ایک جائز صورت اختیار کی جاسکتی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ نجیب)

ریڈیو کے ذریعہ ملک میں عید کی وحدت کی شرعی صورت

اگر پورے ملک میں ایک ہی دن منانے کا فیصلہ کرنا ہی ہے تو اُس کی جائز صورت یہ ہے کہ پہلے تو ماہرین فلکیات و موسمیات اور محقق

www.e-iqra.com

علماء کی کوئی جماعت اس کی تحقیق کرے کہ پاکستان میں کراچی سے پشاور تک اور دوسری جانب ڈھاکہ اور سلہٹ تک از روئے قواعدِ ریاضی ایسا اختلاف مطالع کہیں ہوسکتا ہے یا نہیں، جس کی بنا پر ایک جگہ کی شہادت کا اعتبار کرنے سے دوسری جگہ مہینہ صرف اٹھائیس دن کا رہ جائے یا اکتیس دن کا بن جائے۔ اگر ایسا اختلاف مطالع نہیں ہے تو پورے مغربی اور مشرقی پاکستان میں ایک ہی دن عید منائی جاسکتی ہے[لہ] جس کی شرائط بعد میں ذکر کی جائیں گی۔

اور اگر ایسا اختلاف ہے تو جس حصۂ ملک میں ایسا اختلاف ہے تو اس کو علیحدہ کر کے باقی ملک میں ایک دن عید منائی جائے اور اس دوسرے حصہ کو وہاں کی رویت کے تابع چھوڑا جائے۔

پورے ملک یا اُس کے اکثر حصہ میں جہاں یہ ثابت ہو جائے کہ اختلاف مطالع کا مذکورۃ الصدر اثر نہیں پڑتا۔ ایک ہی دن عید منانے کی جائز صورت یہ ہے کہ چند چیزوں کا پوری احتیاط کے ساتھ التزام کیا جائے:

ا ـــ پورے ملک میں ریڈیو اسٹیشنوں کو اس کا پابند کر دیا جائے کہ کسی جگہ چاند دیکھے جانے یا نہ دیکھنے کے متعلق کوئی خبر شائع نہ کریں بلکہ صرف وہ فیصلہ نشر کریں جو صدر مملکت یا اُن کے قائم مقام کی طرف سے ان

[لہ] اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد اب مسئلہ صرف مغربی حصہ میں یکسانیت پیدا کرنے کا رہ گیا ہے۔ ۱۲ نجیب

کو دیا جائے ۔

۲ ـــــ پورے ملک کے ہر قصبہ میں مقامی مستند علماء کی ایک ھلال کمیٹی قائم کی جائے۔ جس میں انتظام درست رکھنے کے لئے ایک مقامی افسر بھی شامل ہو۔

اس کمیٹی میں کم از کم ایک ایسے عالم کا ہونا ضروری ہوگا جو شرعی ضابطۂ شہادت سے پورا واقف ہو۔ یہ کمیٹی اپنے قصبہ یا دیہات سے آنے والی شہادتوں کی سماعت کرے اور شرعی ضابطۂ شہادت کے مطابق اس کو معتبر سمجھے تو اس کے مطابق فیصلہ کا اعلان خود نہ کرے بلکہ تحریر کرکے دو گواہوں کے ہاتھ ضلع میں بھیج دے۔

اور جس قصبہ میں کوئی ایسا عالم موجود نہ ہو جو شرعی ضابطۂ شہادت کو بروئے کار لاسکے تو اس قصبہ کو کسی قریبی بستی کے تابع بنا دیا جائے جہاں ایسے عالم موجود ہوں۔

۳ ـــــ ہر ضلع میں بھی بصورت مذکورہ ایک ھلال کمیٹی بنائی جائے اور یہاں اس کمیٹی کے علاوہ کسی اعلیٰ افسر کو صدرِ مملکت کی طرف سے فیصلۂ ہلال کے اعلان کرنے کا مجاز بنا کر اختیار دے دیا جائے کہ وہ ہلال کا فیصلہ نشر کرنے میں صدرِ مملکت کا قائم مقام متصور ہو کیونکہ صدرِ مملکت کے سوا کسی عالم یا افسر کا فیصلہ پورے ملک کے لئے واجب التعمیل نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب الصوم میں ہے :۔

www.e-iqra.com

وَقَالَ ابْنُ الْمَاجِشُوْنَ لَا يَلْزَمُهُمْ بِالشَّهَادَةِ إِلَّا لِأَهْلِ الْبَلَدِ الَّذِيْ تَثْبُتُ فِيْهِ الشَّهَادَةُ إِلَّا أَنْ تَثْبُتَ عِنْدَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ فَيَلْزَمُ النَّاسَ كُلَّهُمْ لِأَنَّ الْبِلَادَ فِيْ حَقِّهٖ كَالْبَلَدِ الْوَاحِدِ إِذْ حُكْمُهٗ نَافِذٌ فِي الْجَمِيْعِ۔ (فتح الباری ص۴۸ ج۴)

۴ ___ ضلع کمیٹی خواہ خود شہادت سن کر کوئی فیصلہ کرے یا قصبات سے آئے ہوئے کسی فیصلہ کو اختیار کرے مگر اعلان خود نہ کرے بلکہ اعلان کا مضمون لکھ کر اس اعلیٰ افسر کو دیدے جو قائم مقام صدر کی حیثیت سے اس کو نشر کرائے گا۔

۵ ___ افسر مجاز اس فیصلہ کو ریڈیو پر نشر کرنے والے کو اس کا پابند کرے کہ اس فیصلہ کو عام خبروں کی طرح نہیں بلکہ ٹھیک ان الفاظ میں نشر کرے جو ھلال کمیٹی کی طرف سے افسر مجاز کے پاس بھیجے گئے ہیں اور اس کا اظہار بھی کر دے کہ یہ فیصلہ صدر مملکت کی طرف سے نشر کیا جارہا ہے جس کی پابندی پورے ملک میں یا اس کے فلاں فلاں حصے میں واجب التعمیل ہوگی۔

ان شرائط کی پابندی کے ساتھ انتظام کیا جائے تو پوری مملکت یا کم از کم اس کے بڑے حصہ میں عید کی وحدت پیدا کرنے کی شرعی صورت بن گئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ آلات جدیدہ سے بھی رویتِ ہلال میں کام لیا جاسکتا ہے۔ صرف شہادت اس

www.e-iqra.com

پر نہیں لی جا سکتی اس لئے صدر مملکت کا فیصلہ جو اس پر نشر کیا جائے وہ سب کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔ جیسے ہر شہر میں روزہ افطار کرنے یا سحری کا کھانا بند کرنے کے لئے نقارے، توپ یا سائرن وغیرہ آلات کو خبر رسانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جس شہر میں ان آلات کے ذریعہ اعلان کیا جائے وہ اعلان فقہاء کی تصریحات کے مطابق اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے شرعاً معتبر اور کافی ہے۔
(شامی کتاب الصوم)

اسی طرح جب صدر مملکت کی طرف سے اعلان ہو تو وہ پورے ملک کے لئے معتبر ہو سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ریڈیو کا اعلان توپ یا سائرن کی آواز سے زیادہ اچھا ذریعہ اعلان ہے۔ اس کو قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ضروری تنبیہ

ہلال کمیٹیوں میں ماہر علماء کی شرکت اس لئے ضروری ہے کہ وہ شہادت کو شرعی ضابطۂ شہادت کے مطابق جانچ کر فیصلہ کریں۔ کیونکہ اگر شرعی ضابطہ کی رعایت کے بغیر کسی شہادت پر فیصلہ دے دیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ فیصلہ شرعاً قابل قبول نہ ہو اور لوگوں کے روزے نماز ضائع ہو جائیں جس کی ذمہ داری اعلان کرنے والوں پر ہوگی۔ اور اسی ضرورت کے ماتحت اس اعلان کے لئے مذکورالصدر شرائط کی رعایت ضروری قرار دی گئی ہے۔

چونکہ اس معاملہ میں شرعی ضابطۂ شہادت سے بہت سے حضرات

www.e-iqra.com

واقف نہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو بھی مختصراً لکھدیا جائے۔ واللہ الموفق والمعین۔

رویت ہلال کیلئے شرعی ضابطہ شہادت

خبر اور شہادت میں فرق

شہادت ہلال کا ضابطہ بیان کرنے سے پہلے ایک بات سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ شہادت اور خبر دو چیزیں الگ الگ ہیں، ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض کلام بحیثیت خبر کے معتبر اور قابل اعتماد ہوتے ہیں، مگر بحیثیت شہادت ناقابلِ قبول ہوتے ہیں۔ شریعت اسلام میں تو ان کا فرق بہت واضح اور صاف ہے ہی۔ آج تک تمام دنیا کی عدالتوں میں بھی ان دونوں چیزوں کا فرق قانونی حیثیت سے محفوظ ہے۔ ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو، اخبارات اور خطوط کے ذریعہ جو خبریں دنیا میں نشر ہوتی ہیں، ان کا نشر کرنے والا یا لکھنے والا اگر کوئی قابلِ اعتماد شخص ہے تو بحیثیت خبر کے وہ سارے جہان میں قبول کی جاتی ہے اُس پر اعتماد کر کے لاکھوں کروڑوں کے کاروبار ہوتے ہیں۔ دنیا بھر کے معاملات اُن خبروں پر چلتے ہیں۔ عدالتیں بھی بحیثیت خبر کے ان کو تسلیم کرتی ہیں۔

لیکن کسی مقدمہ اور معاملہ کی شہادت کی حیثیت سے ان خبروں کو کوئی دنیا کی عدالت قبول نہیں کرتی اور ایسی خبروں کی بنیاد پر کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں دیتی۔ بلکہ یہ ضروری قرار دیتی ہے کہ گواہ مجسٹریٹ کے سامنے

www.e-iqra.com

حاضر ہو کر گواہی دے تاکہ اُس پر جرح کی جا سکے ۔ اور چہرہ بشرہ وغیرہ کی کیفیات سے اس کو پرکھا جا سکے ۔ یہی حکم شریعت اسلام کا ہے ۔

وجہ یہ ہے کہ خبر کوئی حجت ملزمہ نہیں جو دوسرے کو ماننے پر اور اپنا حق چھوڑنے پر مجبور کر دے ۔ جس کو خبر دینے والے کی دیانت اور سچائی پر بھروسہ ہو وہ مانے گا ۔ جس کو نہ ہو وہ ماننے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ۔ بخلاف شہادت کے کہ وہ حجت ملزمہ ہے ۔ جب شرعی شہادت سے کسی معاملہ کا ثبوت قاضی یا جج نے تسلیم کر لیا ۔ تو قاضی یا جج اس پر مجبور ہے کہ اُس کے موافق فیصلہ دے ۔ اور فریقِ مخالف اس پر مجبور ہے کہ اس کو تسلیم کر لے ۔ یہ اجبار والزام صرف خبر سے نہیں ہوتا ۔ اسی لئے صرف خبر کی تصدیق پر کوئی پابندی بجز ثقہ اور قابلِ اعتماد ہونے کے نہ شرعاً ہے نہ موجودہ عدالتوں کے قانون میں ۔

اور شہادت کے لئے عام عدالتی قوانین میں بھی بہت سی پابندیاں دنیا میں رائج ہیں ۔ اور اسلامی شریعت نے بھی اُس کے لئے نصابِ شہادت کا مکمل ہونا اور شاہد کے حالات کا جائزہ لے کر شرائط شہادت کا جانچنا ضروری قرار دیا ہے ۔

اگر کوئی عدالت ٹیلیفون یا ریڈیو پر کسی شاہد کی شہادت قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ عدالت نے اس شخص کو ناقابلِ اعتماد یا جھوٹا قرار دے دیا ۔ بہت ممکن ہے کہ قاضی یا جج کا دل کسی ایک ہی کی شہادت سے یا دو کی خبر سے بالکل مطمئن ہو جائے اور وہ اس کو

صحیح سمجھے ۔ مگر ضابطۂ شہادت کی رُو سے قاضی یا جج کا ایسا اطمینان مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ۔

رویت ہلال کے لئے شہادت ضروری ہے یا خبر صادق کافی ہے

اس کا فیصلہ بھی ظاھر ہے کہ شرعی اصول ہی سے کیا جا سکتا ہے ۔ عام طور پر رؤیت ھلال کے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے ۔ البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو ۔ ترمذی ، ابوداؤد ، نسائی وغیرہ میں ایک اعرابی کے اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابن عمر رض کے واقعہ سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرما دیا ۔ نصابِ شہادت کو ضروری نہیں سمجھا ۔ رمضان کے علاوہ دوسرے ہر چاند کی شہادت کے لئے نصابِ شہادت اور اس کی تمام شرائط کو ضروری قرار دیا گیا اور سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے اور سُنن دار قطنی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلالِ عید کے لئے دو آدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی ۔ (حاشیہ شرح وقایہ)

شہادت اور خبر کا یہ فرق سمجھ لینے کے بعد شرعی ضابطۂ شہادت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۔

www.e-iqra.com

رویتِ ہلال کے لئے شرائطِ شہادت

معاملات کی مختلف قسموں کے اعتبار سے شہادت کی شرائط بھی مختلف، کہیں سخت کہیں نرم ہوتی ہیں۔ اس رسالہ میں پورا ضابطہ شہادت لکھنا نہیں صرف رویت ہلال سے متعلق مسائل کا بیان کرنا ہے۔ اور رویت ہلال کا معاملہ ایک حیثیت سے عام معاملات کی طرح ہے جن سے دوسرے لوگوں کا نفع و نقصان وابستہ ہوتا ہے۔ اور دوسری حیثیت اس میں دیانت و عبادت کی بھی ہے۔ اس لئے اس کی شرائط بہ نسبت دوسرے معاملات کی شرائط کے کچھ نرم ہیں۔ عام معاملات میں شہادت کیلئے دعویٰ شرط ہے کہ کوئی مدعی دعویٰ کرے، اُس دعوے کے ثبوت میں شہادت پیش ہو۔ یہاں باتفاق جمہور فقہاء دعویٰ شرط نہیں۔

شہادت ہلال کی شرائط حسب ذیل ہیں:

● **(شرط ۱ تا ۴)** شہادت ہلال کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو تمام معاملات کے لئے شرط ہیں۔ یعنی گواہ کا مسلمان، عاقل بالغ۔ بینا ہونا۔ غیر مسلم کی شہادت رویتِ ہلال میں قبول نہیں۔ دیوانہ کی شہادت کسی چیز میں قابل قبول نہیں۔ نابالغ بچہ کی شہادت بھی معتبر نہیں۔ نابینا قابل شہادت نہیں۔

● **پانچویں شرط** شہادت کی سب سے اہم شرط ہے جو ہر قسم کی شہادت میں ضروری سمجھی جاتی ہے وہ شاہد کا عدل ہونا ہے۔ جو نص قرآن ثابت

www.e-iqra.com

ہے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ ۔ اور لفظ عدل ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تعریف یہ ہے: "وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور اس کے اعمالِ صالحہ اعمال فاسدہ پر اور راست کاری خطا کاری پر غالب ہو (ہدایہ عالمگیری وغیرہ) اس کے مقابل جو شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہے اور اُس کے بُرے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہیں وہ اصطلاح شرع میں فاسق کہلاتا ہے۔

خلاصہ اِس شرط کا یہ ہے کہ شاہد عدل ہونا چاہیئے فاسق نہ ہو۔

تنبیہ ضروری

مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں۔ لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، شامی عالمگیری وغیرہ)

اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے ہی لوگ آنے لگے جو شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کے فیصلہ کے لئے حضرات فقہاء نے یہی صورت اختیار کی ہے کہ جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اس کا اطمینان ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو اس کی شہادت قبول کر کے اس پر

www.e-iqra.com

مقدمات کے فیصلے کریں۔ البتہ ایسے لوگوں میں سے اس کا انتخاب کریں جو دوسروں کی نسبت زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلاً نماز روزہ کا پابند اور عام احکام شرعیہ کا احترام کرتا ہو۔

فقہ کی مستند اور مشہور کتاب "معین الحکام" میں اس بحث کو ایک مستقل باب میں واضح طور پر بیان کیا ہے اور اُس کی بنیادی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حق تعالیٰ نے فاسق کی شہادت کو رد کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس کی تحقیق کر لو۔ اِذَا جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ تحقیق سے اُس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو قبول کر لو ورنہ رد کردو۔ تو جب حالات کا جائزہ لے کر قاضی کو اُس کے سچا ہونے کا گمان غالب ہو جائے تو وہ اس کی شہادت قبول کر سکتا اور اس زمانہ میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہو گئی کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہنچے گا۔ فقہاء کے اس مسلک کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی لئے معین الحکام میں یہ تحقیق نقل کرنے

لہ اس تحقیق میں معین الحکام کے یہ الفاظ خاص طور سے قابلِ لحاظ ہیں: قَالَ الْقَرَافِيُّ فِيْ بَابِ السِّيَاسَةِ نَصَّ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّا اِذَا لَمْ نَجِدْ فِيْ جِهَةٍ اِلَّا غَيْرَ الْعُدُوْلِ اَقَمْنَا اَصْلَحَهُمْ وَاَقَلَّهُمْ فُجُوْرًا لِلشَّهَادَةِ عَلَيْهِمْ وَيَلْزَمُ ذٰلِكَ فِي الْقُضَاةِ وَغَيْرِهِمْ لِئَلَّا تَضِيْعَ الْمَصَالِحُ قَالَ وَمَا اَظُنُّ اَحَدًا يُخَالِفُ فِيْ هٰذَا فَالتَّكْلِيْفُ شَرْطٌ

www.e-iqra.com

کے بعد لکھا گیا ہے :

هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ الَّذِیْ علیہ العمل	"یعنی یہی صحیح ہے جس پر سب قضاۃ کا عمل ہے۔"
(معین الحکام ص۱۲۵)	× × × ×

● **چھٹی شرط** شرائط شہادت میں سے لفظ شہادت ہے کہ بدون اس لفظ کے کوئی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ لفظ شہادت میں حلف اور قسم کے معنی بھی ہیں۔ اور واقعہ کے خود مشاہدہ کرنے کا اقرار بھی ہے۔ اس لئے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ ھدایہ، عالمگیری وغیرہ) جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ فلاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فِی الْاِمْکَانِ۔ وَھٰذَا کُلُّہٗ لِضَرُوْرَۃٍ لِئَلَّا تَھْدِرَ الْاَمْوَالُ وَتَضِیْعَ الْحُقُوْقُ۔ (معین الحکام ص۱۲۵)

یعنی علامہ قرافی نے باب السیاست میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لوگوں میں جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اس کو شہادت کے لئے قائم کریں گے۔ اور ایسا کرنا اس زمانہ کے قاضیوں کے لئے لازم ہے، تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم و فقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا کیونکہ وجوب بقدر استطاعت ہوتا ہے۔ اور یہ ضرورت کی بنا پر ہے تاکہ لوگوں کے مال ضائع اور حقوق تلف نہ ہو جائیں۔ ۱۲ منہ

واقعہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

● ساتویں شرط یہ ہے کہ جس واقعہ کی گواہی دے رہا ہے اس کو بچشم خود دیکھا ہو۔ محض سُنی سنائی بات نہ ہو (عالمگیری) ہاں اگر کوئی شخص عذر کے سبب گواہی کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا تو وہ اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کو گواہ بناکر مجلس قاضی میں بھیج سکتا ہے۔ مجلس قضا میں ان لوگوں کی گواہی اس ایک ہی شخص کے قائم مقام سمجھی جائے گی۔ یہ دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ بیان دیں گے کہ فلاں شخص نے اس واقعہ کو دیکھا اور خود حاضری سے معذور ہونے کے سبب ہم دونوں کو اپنی شہادت پر گواہ بناکر بھیجا ہے ہم اس کی شہادت پر شہادت دیتے ہیں۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار وغیرہ) شہادت علی الشہادۃ کی مزید تفصیلات ضرورت کے وقت علماء سے دریافت کرلی جائیں۔

● آٹھویں شرط مجلس قضاء ہے۔ یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہوکر شہادت دے۔ پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون۔ یا وائرلیس، ریڈیو وغیرہ۔ جدید آلات کے ذریعہ کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت نہیں، بلکہ محض ایک خبر کا درجہ رکھے گی۔ جن معاملات ومسائل میں خبر کافی ہے ان میں اُس پر عمل جائز ہوگا اور جن معاملات میں ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہے اُن میں یہ خبر کافی نہ سمجھی جائے گی اگرچہ آواز پہچانی جائے اور بولنے والا

www.e-iqra.com

ثقہ اور قابلِ شہادت ہو۔

شریعت اسلام کے علاوہ آج کی موجودہ سب عدالتوں میں بھی یہ شرط ضروری سمجھی گئی ہے۔ کوئی جج کسی گواہ کا بیان ٹیلیفون یا ریڈیو وغیرہ پر شہادت کے لئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ سامنے آکر بیان دینے کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور حکمت اس میں یہ ہے کہ گواہ کے چہرہ بشرہ اور طرز گفتگو وغیرہ دیکھنے سے اُس کے بیان کی صحت کا اندازہ لگانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ نیز اُس پر جرح کر کے مخفی باتوں کو نکالا جاسکتا ہے اور یہ سب جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ گواہ قاضی یا جج کے سامنے ہو۔

جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں یا ہے مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائلِ دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اور رویت ھلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (کما فی حاشیہ شرح الوقایہ۔ مولانا الکھنوی:

وَالْعَالِمُ الثِّقَةُ بِبَلْدَةٍ لَا حَاكِمَ فِيهَا قَائِمٌ مَقَامَهُ يَعْنِي الْقَاضِيَ وَهُوَ مَأْخُوذٌ مِنَ الْفَتْحِ حَيْثُ قَالَ فِي أَمْثَالِ هٰذِهِ الْبِلَادِ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَتَّفِقُوْا عَلٰى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ۔ ذَكَرَهُ الشَّامِي فِي بَابِ الْقَضَاءِ ۔ ۱۲منہ

شہادت ہلال کی ایک اور صورت

کسی شہر میں ثبوت ہلال کے لئے شہادت کی دو صورتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ گواہ بچشم خود چاند دیکھنے کی گواہی دے۔ دوسرے کہ کسی شہادت پر شہادت دے یعنی جس شخص نے چاند دیکھا وہ کسی معقول عذر کی وجہ سے مجلس قاضی میں حاضری سے معذور ہے تو وہ دو گواہ اس پر بنائے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تم میری اس گواہی کے گواہ بن جاؤ اور قاضی کی مجلس میں میری شہادت پہونچادو۔ جب قاضی کے سامنے یہ دو لوگ چاند دیکھنے والے کی شہادت پر شہادت دیں گے تو ان دونوں کی شہادت اُس ایک شخص کی شہادت کے قائم مقام ہوجائے گی۔ شہادت علی الشہادت کی مزید تفصیلات ہیں۔ ضرورت پیش آئے تو کتب فقہ یا علماء کی طرف مراجعت کرکے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اس مختصر میں اُن کی گنجائش نہیں۔

تیسری صورت ایک اور ہے اور وہ یہ کہ گواہ نہ خود چاند دیکھنا بیان کرے نہ کسی دیکھنے والے کی گواہی پر گواہی دیں۔ بلکہ اس کی شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی۔ قاضی نے اس کا اعتبار کرکے شہر میں رمضان یا عید کا اعلان کردیا۔ تو یہ شہادت علی القضاء کہلائے گی کہ قاضی کے فیصلہ پر گواہی دے رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی شہر میں عام طور پر چاند نظر نہ آئے تو چاند کے ثبوت کے لئے تین صورتیں شرعاً معتبر اور دوسرے شہر میں رویت ہلال کے لئے کافی ہیں۔ شرائط شہادت جو اوپر ذکر کی گئی وہ تینوں کیلئے ضروری ہیں۔

www.e-iqra.com

نصاب شہادت

۱۔ اگر مطلع صاف نہ ہو یعنی کوئی بادل یا غبار یا دھواں وغیرہ افق پر ایسا چھایا ہوا ہو جو چاند کو چھپا سکے تو رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کافی ہے۔ بشرطیکہ شاہد کے اوصاف مذکورہ ان میں موجود ہوں اور خود چاند دیکھنے کی شہادت دیں۔ یا اس بات کی شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے گواہ پیش ہوئے قاضی نے گواہی کو قبول کر کے اعلان عام رمضان یا عید کا کر دیا۔

(۲) اور اگر مطلع صاف ہو یعنی ایسا گرد و غبار دھواں یا بادل وغیرہ افق پر چھایا ہوا نہیں ہے جو چاند کی رویت میں حائل ہو سکے اور اس کے باوجود کسی بستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں ہلال عیدین کے لئے صرف دو چار گواہوں کے اس بیان کا اعتبار نہ ہوگا کہ ہم نے اس بستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی جو مختلف اطراف سے آئے ہوں۔ اور اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنا بیان کریں۔ کسی سازش کا احتمال نہ ہو۔ اور جماعت کی کثرت کے سبب عقلاً یہ باور نہ کیا جا سکے کہ اتنی بڑی جماعت جھوٹ بول سکتی ہے۔ اس جماعت کی تعداد کے متعلق فقہائے کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے پچاس کا عدد بیان کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ کوئی خاص تعداد شرعاً متعین نہیں، جتنی تعداد سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب مل کر جھوٹ نہیں بول سکتے وہی تعداد کافی ہے۔ خواہ پچاس ہوں

www.e-iqra.com

یا کم و بیش۔ البتہ ہلال رمضان و عیدین کے علاوہ باقی نو مہینوں کے چاند میں خواہ ابر ہو یا مطلع صاف ہو دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت کافی ہے (شامی ص۱۵۶/ج۲) کیونکہ ان مہینوں کا چاند دیکھنے کا عام طور پر اہتمام نہیں کیا جاتا۔

(۳) صرف رمضان کے چاند کے لئے مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک ثقہ مسلمان مرد یا عورت کی شہادت بھی کافی ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور کی بنا پر اس معاملہ میں شہادت ضروری نہیں، بلکہ خبر کافی ہے۔ لیکن مطلع صاف ہونے کی صورت میں یہاں بھی جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی شہادت ضروری ہوگی۔ ایسی صورت میں ایک دو شخص کی گواہی قابلِ اعتبار نہیں ہوگی۔

ایک استثنائی صورت استفاضہ خبر

ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کسی چاند کے لئے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہتی خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا۔ وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر اتنی عام اور مشہور و متواتر ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والے کے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہو سکے کہ انہوں نے کوئی سازش کی ہے یا سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں، ایسی خبر کو اصطلاح میں خبر مستفیض یعنی مشہور کہا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے۔ یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہو جانے کا فیصلہ

www.e-iqra.com

کیا ہے۔ یا موجودہ آلات مواصلات تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے۔ یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے شہادت سُن کر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے تو ایسی خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے۔ اس میں نہ شہادت شرط ہے نہ شرائط شہادت ضروری ہیں۔ اس لئے اس میں ریڈیو، تار، ٹیلیفون وغیرہ ہر قسم کی خبروں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ صرف کثرتِ تعداد اتنی ہونی چاہیئے کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً باور نہ کیا جاسکے۔ اس میں بھی بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم و بیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں قاضی یا ھلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے۔ بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر بھی مشتبہ ہو سکتی ہے۔ ایک فقیہ نے فرمایا کہ بلخ میں تو پانچ سو آدمیوں کی خبر بھی کم ہے۔ اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبریں سُن لینا استفاضۂ خبر کے لئے کافی نہیں بلکہ استفاضۂ خبر جب سمجھا جائے گا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں۔ یا جن لوگوں نے چاند دیکھا ہے ان کا بیان نشر کریں۔

www.e-iqra.com

_____ یا چار پانچ جگہ کے ریڈیو اور دس بیس جگہ
کے ٹیلیفون اور خط ٹیلیگرام ایسے لوگوں کے پہنچیں جنھوں نے خود چاند دیکھا
ہے یا اس جگہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ بیان کریں تو اس طرح یہ خبر،
خبرِ مستفیض (مشہور) ہو جاتی ہے۔ اور جس شہر میں ایسی خبریں پہنچیں
وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کا اعتبار کر کے رمضان یا عید کا اعلان
کر دینا چاہئے۔

یاد رہے کہ استفاضۂ خبر وہی معتبر ہو گا جب کہ ایک بڑی جماعت
خود چاند دیکھنے والوں سے سن کر یا کسی شہر کے قاضی کا فیصلہ خود سن کر
بیان کریں۔ عامیانہ شہرت کہ یہ پتہ نہ ہو کہ کس نے اس کو مشہور کیا
ہے کسی خبر کو مستفیض یا مشہور بنانے کے لئے کافی نہیں (شامی ص ۱۲۹ ج ۲)

اختلافِ مطالع

رویتِ ہلال کے معاملہ میں ایک اہم سوال اختلافِ مطالع
کا بھی سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ سورج اور چاند یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر
وقت موجود رہتے ہیں۔ آفتاب ایک جگہ طلوع ہوتا ہے دوسری جگہ
غروب، ایک جگہ نصف النہار ہوتا ہے تو دوسری جگہ عشار کا
وقت، اسی طرح چاند ایک جگہ ہلال بنکر چمک رہا ہے ایک جگہ پورا چاند
بن کر اور کسی جگہ بالکل غائب ہے۔

ان حالات میں اگر ایک جگہ لوگوں نے کسی مہینہ کا ہلال دیکھا

www.e-iqra.com

ان کی شہادت ایسے ملکوں میں جہاں ابھی ہلال دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوا۔ اگر پورے شرعی قواعد وضوابط کے ساتھ پہنچ جائے تو کیا اس کا اعتبار ان ملکوں کے لئے بھی کیا جائے گا یا نہیں۔

اس میں ائمۂ مجتہدین اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں اور وجہ اختلاف کی یہ نہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے والوں کے نزدیک دنیا میں ایسا اختلاف موجود نہیں بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ موجود ہوتے ہوئے شرعی احکام میں اس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں۔ کیونکہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ اسلامی معاملات میں چاند سورج اور ان کی گردش اور کیفیات کی حقائق مقصود ہی نہیں، مقصود صرف امرِ الٰہی کا اتباع ہے اور ان گردشوں کو اِن احکام کے اوقات کی ایک علامت بطور اصطلاح قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء امت صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء کے تین مسلک ہو گئے۔

- ایک[۱] یہ کہ اختلاف مطالع کا ہر جگہ ہر حال میں اعتبار کیا جائے۔
- دوسرا[۲] یہ کہ کسی جگہ کسی حال اعتبار نہ کیا جائے۔
- تیسرا[۳] یہ کہ بلادِ بعیدہ میں اعتبار کیا جائے اور قریبہ میں نہ کیا جائے۔

اور عجب اتفاق ہے کہ یہ تینوں طرح کا اختلاف فقہاء امت حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں فقہ کے فقہاء میں موجود ہے۔ فرق صرف کثرت و قلّت کا ہے۔ مذاہب کی پوری تفصیل استاذ محترم حضرتِ علامہ عثمانیؒ نے مسلم کی شرح میں تحریر فرمائی ہے۔ اہل علم اس میں دیکھ سکتے ہیں۔

www.e-iqra.com

جو حضرات مطلقاً اعتبار کرنے کی رائے رکھتے ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ جیسے آفتاب کے مطالع کا اختلاف سب کے نزدیک معتبر ہے ایک ہی وقت میں کسی ملک میں صبح کی نماز ہوتی ہے۔ کسی جگہ مغرب یا عشاء کی ہوتی ہے۔ ایک شہر کے تابع دوسرے شہروں کو نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح چاند کے معاملہ میں ہر افق کا الگ حکم ہونا چاہیئے۔ ایک جگہ کی شہادت پورے شرعی قواعد کے ساتھ دوسری جگہ پہنچ جائے تب بھی دوسرے شہر کے لوگوں کے لئے وہ شہادت حجت نہیں ہونی چاہیئے۔

اور جو حضرات اختلافِ مطالع کو مطلقاً غیر معتبر قرار دیتے ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ چاند کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر افطار کرو"۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کا دیکھنا ضروری نہیں۔ بعض کا دیکھ لینا کافی ہے۔ اس لئے ایک شہر کے مسلمانوں کا چاند دیکھ لینا دوسروں کے لئے کافی ہے۔ اسلئے جب شہادت شرعیہ کے ساتھ ایک شہر میں رویت ہونا ثابت ہو جائے تو جس جگہ یہ شہادت پہنچے ان پر بھی اس کا اتباع لازم ہوگا۔ خواہ ان کے درمیان کتنا ہی فاصلہ اور مشرق و مغرب کا بُعد ہو۔

اور جن حضرات نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اعتبار کیا جائے بلاد قریبہ میں نہ کیا جائے ان کا کہنا یہ ہے کہ بلادِ قریبہ میں فرق بہت معمولی ہوتا ہے اور اس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ بلاد بعیدہ میں اختلاف بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے اس کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ

www.e-iqra.com

سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے ۔ اسی کو
عام فقہائے حنفیہ نے راجح قرار دیا ہے ۔ یہاں تک مشرق و مغرب کے فاصلہ میں
اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیکر ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کے لئے
حجت قرار دیا ۔ اور ایک جماعت حنفیہ نے آخری قول کو اختیار کیا کہ بلاد بعیدہ
میں اعتبار کرنا چاہیئے ۔ فقہائے حنفیہ میں سے زیلعی اور صاحب بدائع
وغیرہ جن کی جلالتِ شان فقہاءِ حنفیہ میں مسلم ہے انہوں نے اسی آخری قول
کو ترجیح دی ہے ۔ (بدائع ص۸۳ ج ۲)[1] ۔ (زیلعی ص۳۲۱ ج ۱)

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی
اسی کی ترجیح کے قائل تھے ۔ اور استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ
علیہ نے فتح الملہم شرح مسلم میں اسی آخری قول کی ترجیح کے لئے ایک ایسی چیز
کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس پر نظر کرنے کے بعد اس قول کی ترجیح واضح
ہوجاتی ہے خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ مشرق و مغرب کے فاصلے چند گھنٹوں
میں طے ہو رہے ہیں ۔

---

[1] بدائع کی عبارت یہ ہے: هٰذَا اِذَا كَانَتِ الْمَسَافَةُ بَيْنَ الْبَلْدَتَيْنِ قَرِيْبَةً
لَا تَخْتَلِفُ فِيْهَا الْمَطَالِعُ فَاَمَّا اِذَا كَانَتْ بَعِيْدَةً فَلَا يَلْزَمُ اَحَدَ الْبَلْدَيْنِ حُكْمُ
الْآخَرِ لِاَنَّ مَطَالِعَ الْبِلَادِ عِنْدَ الْمَسَافَةِ الْفَاحِشَةِ تَخْتَلِفُ فَيُعْتَبَرُ فِيْ كُلِّ
اَهْلِ بَلَدٍ مَطْلَعُ بِلَادِهِمْ دُوْنَ الْآخَرِ ۔ اور زیلعی کی عبارت یہ ہے: وَالْاَشْبَهُ
اَنْ يُّعْتَبَرَ لِاَنَّ كُلَّ قَوْمٍ مُخَاطَبُوْنَ بِمَا عِنْدَهُمْ وَانْفِصَالُ الْهِلَالِ عَنْ
شُعَاعِ الشَّمْسِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَقْطَارِ كَمَا تَحَرَّكَتْ (بقیہ ص۶۱ پر)

www.e-iqra.com

وہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں یہ بات منصوص اور قطعی ہے کہ کوئی مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا بلاد بعیدہ اور مشرق و مغرب کے فاصلوں میں اگر اختلاف مطالع مطلقاً نظر انداز کر دیا جائے تو اس نص قطعی کے خلاف یہ لازم آجائے گا کہ کسی شہر میں اٹھائیس کو بعید ملک سے اسکی شہادت پہنچ جائے کہ آج وہاں چاند دیکھ لیا گیا ہے تو اگر اس شہر کو دوسرے کے تابع کیا جائے تو اس کا مہینہ اٹھائیس کا رہ جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شہر میں رمضان کی تیس تاریخ کو کسی بعید ملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہو جائے کہ آج وہاں ۲۹ تاریخ ہے اور اگر چاند نظر نہ آیا تو کل وہاں روزہ ہوگا اور اتفاقاً چاند نظر نہ آیا تو ان کو اکتیس روزے رکھنے پڑیں گے اور مہینہ اکتیس کا قرار دینا پڑے گا۔ جو نصِ قطعی کے خلاف ہے۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے۔ اگر کہا جائے کہ ایسی صورت میں جہاں اٹھائیس تاریخ کو مہینہ ختم کرنا پڑا وہاں یہ کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے ایک دِن بعد مہینہ شروع کیا ہے۔ لہذا ایک دن کا روزہ قضا کریں۔ اسی طرح جہاں تیس تاریخ پر بھی مہینہ ختم نہیں ہوا وہاں یہ قرار دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے مہینہ ایک دن پہلے شروع کر لیا تھا تو مہینہ کا پہلا روزہ غلط ہوا۔ اس طرح مہینوں کے دِنوں کا نص قطعی کے خلاف گھٹنا بڑھنا لازم نہیں آتا تو جواب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے عام رویت یا ضابطہ شہادت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) الشَّمْسُ دَرَجَةً فَتِلْكَ طُلُوْعُ فَجْرٍ لِقَوْمٍ وَطُلُوْعُ شَمْسٍ لِآخَرَ وَغُرُوْبٌ لِبَعْضٍ وَنِصْفُ اللَّيْلِ لِغَيْرِهِمْ ۱۲ زیلعی ص $\frac{۳۲۱}{۱۲}$)

www.e-iqra.com

کے مطابق مہینہ شروع کیا ہے تو دور کی شہادت کی بنا پر خود مقامی شہادت یا رویت کو غلط یا جھوٹا قرار دینا نہ عقلاً معقول ہے نہ شرعاً جائز۔ اس لئے یہ توجیہ غلط ہے۔

حضرت علامہ عثمانی کی اس تحقیق سے اس کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ بلاد قریبہ اور بعیدہ میں قرب و بعد کا معیار کیا اور کتنی مسافت ہوگی۔ وہ یہ کہ جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ اعتبار کرنے کے نتیجے میں مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کیا جائے گا۔ احقر کا گمان یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ جنھوں نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جن بلاد میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے وہاں ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا ان حضرات کے لئے محض ایک فرضی قضیہ اور تخیل سے زائد کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور ایسے فرضی قضایا سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نادر کو بحکم معدوم قرار دینا فقہاء میں معروف ہے اس لئے اختلاف مطالع کو مطلقاً غیر معتبر فرمایا۔

لیکن آج تو ہوائی جہازوں نے ساری دنیا کے مشرق و مغرب کو ایک کر ڈالا ہے۔ ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ فرضیہ نہیں بلکہ روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ

www.e-iqra.com

اٹھائیس دن کا کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا۔ اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلکِ حنفیہ کے عین مطابق ہوگا۔

واللہ سبحانہ، تعالیٰ اعلم۔ تبعاً للاساتذہ یہ میرا خیال ہے دوسرے علماء وقت سے بھی اس میں مشورہ لے لیا جائے۔

ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ

مسئلۂ ہلال کے تمام ضروری پہلوؤں کی وضاحت کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آلاتِ جدیدہ۔ ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلیویژن، لاسلکی وائرلیس، ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ آنے والی خبروں کا درجہ اور مقام شرعی حیثیت سے کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

ا۔۔۔ ہلال رمضان کے علاوہ۔ عید، بقرعید۔ یا کسی دوسرے مہینہ کے لئے ثبوتِ ہلال باقاعدہ شہادت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور شہادت کے لئے حاضر ہونا لازمی ہے۔ غائبانہ خبروں کے ذریعہ شہادت ادا نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ قدیم طرز کے آلات خبر رسانی خط وغیرہ ہوں، یا جدید طرز کے۔ ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ۔

۲۔۔۔ البتہ جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت

www.e-iqra.com

پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اُس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے۔ اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں۔ جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں۔

اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدودِ ولایت میں واجب العمل ہوگا۔ اس لئے جو فیصلہ پاکستان میں صدر مملکت کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکور الصدر احتیاط سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا مذکورہ تحقیق کے مطابق ضروری ہو۔

٣ــــ اسی طرح استفاضۂ خبر جس کی تعریف اور تحقیق پہلے بیان ہو چکی ہے اُس میں بھی ان آلات جدیدہ کی خبروں کا اعتبار کیا جائے گا۔

www.e-iqra.com

اگر ملک کے مختلف حصوں اور سمتوں سے دس بیس ریڈیو اور ٹیلیفون ٹیلیوژن یا خط وغیرہ کے ذریعہ چاند خود دیکھنے والوں کی طرف سے اطمینان بخش، خبریں آجائیں تو اُن پر اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری ہو جائے اور وہ یہ بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا (شامی ص ۱۵۱ ج ۲)

محض ایسی مبہم خبر کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں۔

۴ ــــــ رمضان کے چاند میں چونکہ شہادت یا استفاضہ خبر دونوں شرط نہیں ہیں، ایک ثقہ مسلمان کی خبر بھی کافی ہے۔ اس لئے خط اور آلات جدیدہ کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند دیکھنا بیان کرے۔ اور جس کے سامنے یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو۔ اور اس کی شہادت کو قابلِ اعتماد سمجھتا ہو۔

ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لئے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہیں ہو گا۔ البتہ ٹیلیفون، ٹیلیوژن، ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور یہ پہچانا جا سکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا کوئی ثقہ مسلمان عاقل و بالغ اور بینا ہے اور خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے رمضان کا

www.e-iqra.com

اعلان کرایا جاسکتا ہے۔ اور خبر دینے والے پر مکمل اعتماد نہ ہو تو رمضان کا اعلان کرانا درست نہیں۔ اور ثبوت رمضان کے لئے حکم حاکم یا فیصلۂ قاضی بھی شرط نہیں۔ عام آدمی جب کسی معتمد ثقہ مسلمان عاقل، بالغ بینا سے یہ خبر سنیں کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو ان پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، خواہ کوئی قاضی یا عالم یا ہلال کمیٹی فیصلہ دے یا نہ دے۔ (عالمگیری ص ۱۲۷ ج ۱)

مسائل ہلال کے متعلق ضروری مباحث تقریباً آگئے، ہجوم مشاغل اور تشتت ذہن کے ساتھ متفرق اوقات میں جس طرح بن پڑا مسائل کی وضاحت کی کوشش کی۔ میں کیا اور میری کوشش کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں اور مفید بنادیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو می زنم چہ عبارت وچہ معانیم

۱۶/ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ بندہ ناکارہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
ووفقہ لما یحب ویرضیٰ

طبع جدید : جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ ۔ ستمبر ۲۰۰۱ء
مطبع : احمد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
باہتمام : محمد مشتاق سنی
ناشر : ادارۃ المعارف کراچی ۔ احاطہ دارالعلوم کراچی ۱۴
فون : 5049733 - 5032020

www.e-iqra.com